وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿١٠٥﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور اللہ تعالی اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالی بڑے فضل والا ہے۔

مجالسِ معرفت

(جلد پنجم)

(بیس مجالس کے بیانات کا مجموعہ)

تالیف

ڈاکٹر سیّد محمود قادری

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا قاری محمد یامین قاسمی صاحب حیدرآبادی مدظلہ

وَاللّٰہُ یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ○ (البقرہ:۱۰۵)

ترجمہ: اوراللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے خاص کرلیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اوراللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مجالسِ معرفت (جلد پنجم)

(بیس مجالس کے بیانات کا مجموعہ)

TWENTY DISCOURSES ABOUT PURIFICATION OF THE SOUL (Vol-V)

تالیف

ڈاکٹر سیّد محمود قادری

☆ خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

باسمہٖ تعالیٰ

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نام مؤلف : ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب

سنِ اشاعت : ۲۰۲۰ء مطابق ۱۴۴۱ھ

طباعت :

کمپوزنگ : محمد انس شیخ

8147837988

باراوّل : 1000عدد

ناشر اور ملنے کا پتہ : خانقاہِ قادریہ، گوڈیہال کالونی،

جامع مسجد روڈ، وجئے پور۔ کرناٹک۔

فون نمبر: 7019429104

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے چند باکمال مریدین جو دوسرے مشائخ کے مجاز بنے۔

۱) الحاج محی الدین منیری بھٹکل

خلیفہ حضرت شاہ محمد موسیٰ مہاجر مدنی خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ

۲) موسیٰ مولانا معین اللہ ندوی اندوری

خلیفہ حضرت صوفی محمد اقبال ہوشیار پوری

۳) مولانا واضح رشید ندوی

خلیفہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی

۴) مولانا سید حمزہ حسنی ندوی خلیفہ حضرت صوفی محمد انعام لکھنوی و

خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری

۵) حضرت مولانا سلمان حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ وحضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

۶) حضرت مولانا سید بلال حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ وحضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

۷) ڈاکٹر سید محمود قادری بیجاپوری

خلیفہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی مدظلہ العالی

رقم کردہ

محمود حسن حسنی ندوی۔ ۱۰ شوال المکرم ۱۴۳۱ھ۔ بمقام: مکان ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب بیجاپور۔

باسمہٖ تعالیٰ

عرضِ حال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنِ

رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰۲۰ء تمام باقی سالوں سے نہ صرف میرے لئے بلکہ تمام ہی مسلمانوں کے لئے ایک منفرد رمضان گذرا۔ کرونا وائرس مرض کے لئے لاک ڈاؤن ہونے کی وجہ سے کسی بھی مسجد میں ۳-۴، افراد سے زیادہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے اور نہ کوئی اجتماعی کارروائی کر سکتے تھے۔ خانقاہِ قادریہ کی جو مجلس ہر روز بعد نمازِ عصر ہوا کرتی تھی لازماً وہ بھی بند رہی۔ جدید سائنس کی ترقی کا احسان ہی کہہ سکتے ہیں کہ ایسے حالات میں خبر رسانی کے لئے آن لائن خدمات کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ احباب کا تقاضہ ہوا کہ مجلس کے بیان کو آن لائن نشر کیا جائے۔ الحمدللہ کہ پورا رمضان آن لائن مجالس کا سلسلہ چلتا رہا۔ ناچیز نے ان مجالس میں رمضان کی فضیلت، روزے کی فضیلت اور قرآنِ کریم سے متعلق بیانات دیئے ہیں اور یہ تمام باتیں مختلف مجالس اور خطبات میں آتی رہی ہیں۔

رمضان کے اختتام پر ہفتہ واری مجلس جو ہر سنیچر عشاء کی نماز کے بعد ہوتی ہے اس کے لئے بھی رفقاء کا تقاضہ ہوا کہ آن لائن جاری رکھی جائے۔ خانقاہی مجالس کے بیانات میں حاضرین ۱۰۰-۵۰ تک ہی محدود رہتے تھے مگر آن لائن مجالس کی

نشریات پورے عالم میں سنی جاسکتی ہیں اوران کا دائرہ بے انتہاء وسیع ہوتا ہے۔ نہ صرف ہمارے ملک بلکہ بیرونی ممالک تک کے حضرات کی طرف سے بھی اس کی کافی پذیرائی ہوئی ہے۔لہٰذا مقامی اور بیرونی حضرات کے تقاضوں کے پیشِ نظر ان بیانات کوشائع کیا جارہاہے۔

محرم الحرام ۱۴۴۲ھ کی آمد پر ایک صاحب نے بیجاپور میں ہونے والے مروجہ محرم کی بے انتہاء تعریف کی ،جس کوٹی وی (TV) نے اہتمام سے نشر کیا۔ ناچیز کواس کا نوٹس لینا پڑا۔ چنانچہ بیان نمبر ۷ سے ۱۷ تک مروجہ محرم کے متعلق ہیں۔ چونکہ تمام ہی لوگ کرونا وائرس کی تباہی کی وجہ سے پریشان تھے لہٰذا آخری تین بیانات اس کے متعلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اوران بیانات کواپنے بندوں کے لئے ہدایت اوربصیرت کا ذریعہ بنائے۔آمین۔

ناچیز کو یہ عرض کرنے میں کچھ باک نہیں ہے کہ جوکچھ کہا گیاہے وہی ہے جو قرآن اوراحادیث میں ہے اور مستند علمائے کرام نے ان کی تشریحات کی ہیں۔ معارف القرآن، تفسیرِ عثمانی، تفسیرابنِ کثیر، صفوۃ التفاسیر، کشف الرحمن، مظاہرِ حق، توضیحات، معارف الحدیث، ترجمان السنہ اور کنزالعمال وغیرہ ان سب سے کچھ پھول چن کر ناچیز نے پیش کئے ہیں۔ اپنا تو کچھ بھی نہیں ہے، انتخاب ہے اوربس۔ اللہ تعالیٰ اس کوقبول فرمائے۔آمین۔

اللہ تعالیٰ ناچیز کے رفیق محترم جناب محمد اقبال انعامدار صاحب کو ہرطرح

صحت وعافیت سے رکھے اور انہیں عمرِ دراز عطا فرمائے کیونکہ ہر مرحلہ میں ان کی ہمت افزائی اور مشاورت شاملِ حال ہے۔ مسودے کی تصحیح کا کام بھی انہوں نے بڑی عرق ریزی سے کیا ہے۔

ناچیز کے ایک کرم فرما جناب ڈاکٹر ظہیر الدین قریشی صاحب (وظیفہ یاب پرنسپل انجمن ڈگری کالج وجئے پور) ہیں، جو سلیم الطبع، ادب اور دین کا اعلیٰ ذوق رکھنے والے ہیں۔ موصوف کا بہت شکریہ کہ انہوں نے کتاب کے مسودے کو پڑھ کر اس کی تصحیح فرمائی اور گراں قدر تبصرہ بھی رقم فرمایا۔ جزاھم اللہ خیرا۔

حضرت مولانا قاری حافظ ابوالکلام قاسمی مدظلہ نے کتاب پر تقریظ لکھ کر ناچیز کے مضامین کی جو توثیق اور تصویب فرمائی ہے اس سے دل کو اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان مضامین کو قارئین کے لئے فہمِ دین وہدایت کا ذریعہ اور ناچیز کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

تقریظ

از: حضرت مولانا حافظ قاری ابوالکلام قاسمی دامت برکاتہم

(امام وخطیب مسجدِ نورالاسلام شولا پور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔جس کے اندر وہ تمام ہدایات وتعلیمات احسن طور پر موجود ہیں جو انسانی فطرت سے کامل مطابقت رکھتی ہیں۔اور جن پر ایمان اور عمل سے انسانی معاشرہ میں عدل واحسان جلوہ گر ہوتا ہے اور پائیدار امن واطمینان کی حالت وکیفیت وجود میں آتی ہے جس کو ہر انسان فطرۃً چاہتا ہے۔ گویا اس دین کے اندر تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، تربیتِ اخلاق، ایثار وقربانی اور اصلاح سیرت وکردار کا وہ تمام سامان مثبت حقیقت کے طور پر موجود ہے جو انسان کی دنیوی اور اخروی فوز وفلاح کے لئے ضروری اور ناگزیر ہے۔الغرض انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا کوئی ایسا پہلو اور شعبہ نہیں ہے جس کے بارے میں اسلامی نظامِ حیات کے اندر تفصیلی یا اجمالی ہدایت وتعلیم موجود نہ ہو۔

اللہ نے ہر دور میں ایسے رجال کار پیدا کئے جنہوں نے دینِ اسلام کی دعوت وتبلیغ اور اس کی حفاظت وسربلندی کے مبارک کام کے لئے اپنی زندگیاں

وقف اور اپنی جملہ توانائیاں صرف کر ڈالیں۔ اور اس راہ میں پیش آنے والی ہر طرح کی مشکلات وصعوبتوں کا نہایت استقلال واستقامت اور انتہائی عزم وحوصلہ کے ساتھ مقابلہ کیا۔ آج امتِ مسلمہ کے پاس قرآن وحدیث اور دینِ اسلام کی صورت میں جو سرمایۂ رشدو ہدایت موجود ہے وہ درحقیقت نتیجہ ہے انہی اسلاف کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور مخلصانہ قربانیوں کا۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ہمارے ملک میں دینِ اسلام کی حفاظت کے لئے جو کاوشیں ہوئیں ان میں انفرادی اور اجتماعی طور پر ان بزرگوں کا بڑا حصہ ہے جنہوں نے ملک کے گوشے گوشے میں بیٹھ کر مخلوقِ خدا کے دلوں کی اصلاح اور اعمال کی درستگی فرمائی۔ ان بزرگوں کی مخلصانہ کوششیں نہ ہوتی تو شاید ہندوستان کا مسلمان بھی دین سے بے گانہ اور اسلامی روایات سے دور ہوتا۔ ان بزرگوں نے اسلامی روایات کو زندہ کیا، مسلمانوں کے دلوں میں مذہب سے لگاؤ پیدا کیا اور اسلام دشمن سرگرمیوں کے خلاف سینہ سپر ہوجانے اور جان پر کھیل کر اس کو بچانے کا جذبہ پیدا کیا۔ انہیں بزرگوں کے طفیل آج ہندوستان کا مسلمان اپنی مذہبی وابستگی پر فخر محسوس کرتا ہے۔

پیش نظر کتاب مجالسِ معرفت (جلد پنجم) کے مؤلف شیخِ طریقت الحاج حافظ القاری ڈاکٹر سید محمود قادری دامت برکاتہم اسلاف کے انہیں رہنمایانہ خطوط پر

مسلکِ حق کی ترویج واشاعت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں جن کی مساعیٔ جمیلہ اور خدماتِ جلیلہ کا دائرہ تقریباً نصف صدی پر محیط ہے۔اس عرصہ میں جہاں آپ نے فرقۂ باطلہ کا مدلل انداز میں رد فرمایا وہیں بیعت وسلوک کے حوالہ سے گرانقدر اور بیش بہا خدمات انجام دیں۔ وقتاً فوقتاً تحریر وتقریر اور پمفلٹ کے ذریعہ وقت کے حساس اور اہم مسائل پر آپ نے مضامین تحریر فرما کر شائع کروائے جو امتِ مسلمہ کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہوئے۔

زیرِ نظر تالیف مجالسِ معرفت (جلد پنجم) ۲۰ مجالس کے بیانات کا مجموعہ ہے۔جس میں حضرت والا نے بڑے شرح وبسط اور مستند حوالہ جات کے ساتھ دین کی سمجھ، علمِ دین کی اہمیت، اسمائے حسنیٰ اور اسمِ اعظم، تعلیم کی اہمیت اور علماء کی پہچان جیسے مختلف اہم موضوع پر گفتگو فرمائی ہے۔راقم الحروف نے بالاستیعاب مطالعہ کی سعادت حاصل کی ہے۔میرے ناقص علم کے مطابق مسودہ اغلاط سے پاک ہے، ویسے غلطیوں سے پاک صرف ایک کتاب ہے اور وہ ہے کلام اللہ۔

اللہ تعالیٰ مصنف کی کوششوں کو شرفِ قبولیت بخشے اور اس کے فائدہ کو عام کر کے ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین۔

ابوالکلام

نور اسلام مسجد شولا پور

19/12/2020

باسمہٖ تعالیٰ

تبصرہ

از: ڈاکٹرظہیرالدین قریشی صاحب

(وظیفہ یاب پرنسپل انجمن ڈگری کالج وجئے پور)

زیرِ نظرکتاب بہ عنوان ''مجالسِ معرفت'' حصہ پنجم، مصنف ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب کی آن لائن (Online) خانقاہی مجالس کے بیانات جو ہر ہفتہ بعد نماز عشاء ہوا کرتی ہیں، ان کا پرتو ہیں، جسے کتابی شکل میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

اس کتاب کا مقصد قارئین کو یہ سمجھنے کے قابل بنانا ہے کہ آج کے مسلمان جن عقائد، افعال، رسوم، تغیرات اور تحریکات سے گذر رہے ہیں ان کو چاہئیے کہ اپنے مذہبی عقائدکوقرآن وحدیث کی روشنی میں درست کریں۔ڈاکٹر صاحب کواپنی تعلیمی زندگی کی ابتداء ہی میں قرآنیات واحادیث سے جوشغف پیدا ہوا ان کی تحریروں سے نمایاں نظر آتا ہے۔ان کے متفرق مضامین جوان کی اس کتاب میں موجود ہیں وہ اسلام کے صحیح نظریات اور مکمل نظامِ حیات کو ہر ایک طبقہ کے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جائے اوران کے عقائد کے بگاڑ کودرست کیا جائے۔اس کتاب میں جوبھی مضامین درج ہیں ان کالبِ لباب تمام ذہنی واخلاقی اورفکری وعملی

تاریکیوں سے نکال کر ہدایت ومعرفت کی راہ پر رہنمائی کرنا ہے۔موجودہ کتاب اس ترقی یافتہ دور میں جہاں انسان دینِ اسلام کو نئے نئے فرقوں سے آشنا کروا رہا ہے وہاں یہ کتاب رشد وہدایت اور صحیح عقائد سے عوام الناس کو روشناس کرتی ہے۔

یہ کتاب جو ہماری رفیقِ تنہائی ہے جس میں ذکر واذ کار اور اکابرین صحابہ سے مروی احادیث ہیں جن سے تجربات ومشاہدات اور مسائلِ حیات پر ان افکار کا جوذخیرہ ملتا ہے مستفید ہوکر ہم بہترین معاشرتی زندگی گذار سکتے ہیں۔

ڈاکٹرظہیرالدین قریشی

فہرست مضامین

باسمہٖ تعالیٰ

(۱) دین کی سمجھ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○ (التوبہ۔ ۱۲۲)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ۔

ترجمہ: اور ایسے تو نہیں مسلمان کہ کوچ کریں سارے سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تا کہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ بچتے رہیں۔

اور (ہمیشہ کے لئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہیئے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں (کہ اس میں دوسری اسلامی ضروریات معطل ہوتی ہیں) سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے (اور کچھ اپنے وطن میں رہ جایا کریں) تا کہ باقی ماندہ لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں آپ سے اور آپ

کے بعد علمائے شہر سے) دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو (جو کہ جہاد میں گئے ہوئے ہیں) جبکہ وہ ان کے پاس واپس آویں (دین کی باتیں سنا کر خدا کی نافرمانی سے) ڈراویں تاکہ وہ (ان سے دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے) احتیاط رکھیں۔ (معارف القرآن)

گذشتہ رکوعات میں ''جہاد'' میں نکلنے کی فضیلت اور نہ نکلنے پر ملامت تھی۔ ممکن تھا کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمیشہ ہر جہاد میں تمام مسلمانوں پر نکلنا فرضِ عین ہے، اس آیت میں فرمادیا گیا کہ نہ ہمیشہ یہ ضروری ہے، نہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان ایک دم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور قوم میں سے ایک جماعت نکلے، باقی لوگ دوسری ضروریات میں مشغول ہوں۔ اب اگر نبی کریم صلعم بنفسِ نفیس جہاد کے لئے تشریف لے جارہے ہوں تو ہر قوم میں سے جو جماعت آپ کے ہمراہ نکلے گی وہ حضور کی صحبت میں رہ کر سینکڑوں حوادث و واقعات میں سے گذر کر دین اور احکامِ دینیہ کی سمجھ حاصل کرے گی اور واپس آکر اپنی باقی ماندہ قوم کو مزید علم و تجربہ کی بناء پر بھلے برے سے آگاہ کرے گی اور فرض کیجئے اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود مدینہ میں رونق افروز رہیں تو باقی ماندہ لوگ جو جہاد میں نہیں گئے حضور کی خدمت سے مستفید ہو کر دین کی باتیں سیکھیں۔ اور مجاہدین کی غیبت میں (غیر موجودگی) جو وحی و معرفت کی باتیں سنیں گے ان سے واپسی کے بعد مجاہدین کو خبر دار کریں گے۔ آیت کے الفاظ میں عربی ترکیب کے اعتبار سے دونوں احتمال

ہیں۔ کمافی ''روح المعانی'' وغیرہ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ''ہر قوم میں سے چاہئیے کہ بعضے لوگ پیغمبر کی صحبت میں رہیں تا کہ علمِ دین سیکھیں اور پچھلوں کو سکھائیں۔ اب پیغمبر اس دنیا میں موجود نہیں لیکن علمِ دین اور علماء موجود ہیں۔ طلبِ علم فرضِ کفایہ ہے اور جہاد بھی فرضِ کفایہ ہے۔ البتہ کسی وقت امام کی طرف سے نفیرِ عام ہو جائے تو ''فرضِ عین'' ہو جاتا ہے۔ تبوک میں یہ ہی صورت تھی اس لئے پیچھے رہنے والوں سے باز پرس ہوئی۔ واللہ اعلم۔ ابو حیان کے نزدیک یہ آیت جہاد کے لئے نہیں، طلبِ علم کے بارے میں ہے۔ جہاد اور طلبِ علم کی آیات میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں خروج فی سبیل اللہ ہیں اور دونوں کی غرض احیاء واعلائے دین ہے۔ ایک میں تلوار سے دوسرے میں زبان اور قلم وغیرہ سے۔ (تفسیرِ عثمانی)

علمِ دین کی حقیقت:

قرآنِ حکیم نے اس جگہ علمِ دین کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی لفظ میں بتلا دیا ہے، وہ ہے لِیَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ، یہ موقع بظاہر اس کا تھا کہ یہاں یَتَعَلَّمُوْنَ الدِّيْنَ کہا جاتا، یعنی علمِ دین حاصل کریں، مگر قرآن نے اس جگہ تَعَلُّم کا لفظ چھوڑ کر تَفَقُّہ کا لفظ اختیار فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ علمِ دین کا محض پڑھ لینا کافی نہیں، وہ تو بہت سے کافر یہودی نصرانی بھی پڑھتے ہیں، اور شیطان کو سب سے زیادہ علم حاصل ہے، بلکہ علمِ دین سے مراد دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے، یہی لفظ تَفَقُّہ کا ترجمہ ہے، اور یہ فقہ سے مشتق ہے، فقہ کے معنی سمجھ بوجھ ہی کے ہیں، یہاں یہ بات

بھی قابلِ نظر ہے کہ قرآنِ کریم نے اس جگہ مجرد کے صیغے سے لِيَفْقَهُوا الدِّيْنَ ''یعنی تاکہ وہ دین کو سمجھ لیں'' نہیں فرمایا بلکہ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ فرمایا، جو باب تَفَعُّل سے ہے اس کے معنی میں محنت و مشقت کا مفہوم شامل ہے مراد یہ ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے میں پوری محنت و مشقت اٹھا کر مہارت حاصل کریں، یہ بھی ظاہر ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ صرف اتنی بات سے پیدا نہیں ہوتی کہ طہارت، نجاست، یا نماز روزے، زکوٰۃ، حج کے مسائل معلوم کرے، بلکہ دین کی سمجھ بوجھ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون کا آخرت میں اس سے حساب لیا جائے گا، اس کو اس دنیا میں کس طرح رہنا چاہیئے، دراصل اسی فکر کا نام دین کی سمجھ بوجھ ہے، اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے کہ انسان ان تمام کاموں کو سمجھ لے جن کا کرنا اس کے لئے ضروری ہے اور ان تمام کاموں کو بھی سمجھ لے جن سے بچنا اس کے لئے ضروری ہے۔ آج کل جو علمِ فقہ مسائلِ جزئیہ کے علم کو کہا جاتا ہے یہ بعد کی اصطلاح ہے، قرآن وسنت میں فقہ کی حقیقت وہی ہے جو امام اعظمؒ نے بیان فرمائی ہے کہ جس شخص نے دین کی کتابیں سب پڑھ ڈالیں مگر یہ سمجھ بوجھ نہ پیدا کی وہ قرآن وسنت کی اصطلاح میں عالم نہیں، اس تحقیق سے معلوم ہوگیا کہ علمِ دین حاصل کرنے کا مفہوم قرآن کی اصطلاح میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے وہ جن ذرائع سے حاصل ہو، وہ ذرائع خواہ کتابیں ہوں یا اساتذہ کی صحبت، سب اس نصاب کے اجزاء ہیں۔

(۱) اللہ کی سب سے بڑی نعمت دین کی سمجھ ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللهُ يُعْطِيْ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے لئے خدا تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ اور میں (علم کو) تقسیم کرنے والا ہوں، عطا کرنے والا تو خدا ہی ہے۔

انسان کو جو بھی نعمتیں حاصل ہیں اللہ ہی کی عطا کردہ ہیں۔ دنیا کی نعمتیں اللہ تعالیٰ اس کو بھی دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور اس کو بھی دیتے ہیں جس کو نہیں چاہتے لیکن دین کی نعمت اسی کو دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت دین کی صحیح سمجھ ہے۔

(۲) دین کا اہم ستون دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا عَبَدَ اللهَ بِشَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ فِقْهٍ فِي الدِّيْنِ وَفَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ لِكُلِّ شَيْءٍ عِمَادٌ وَّعِمَادُ هٰذَا الدِّيْنِ اَلْفِقْهُ (کنز العمال۔ ۲۸۷۵۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی نے اللہ کی عبادت دین کی سمجھ پیدا کرنے سے بڑھ کر نہیں کی۔ دین کی سمجھ رکھنے والا شخص شیطان پر ہزار عابدوں کے مقابلے میں بھاری ہوتا ہے۔ ہر چیز کا

ایک ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون دین میں سمجھ پیدا کرنا ہے۔

(۳) افضل عبادت دین کی سمجھ ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ الْفِقْہُ وَاَفْضَلُ الدِّیْنِ الْوَرَعُ (طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ افضل عبادت دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے اور افضل دین پرہیزگاری اختیار کرنا ہے۔

(۴) عالمِ آخرت میں دین کی سمجھ کے مطابق اجر ملے گا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَکُوْنُ مِنْ اَہْلِ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ وَالزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ حَتّٰی ذَکَرَ سِہَامِ الْخَیْرِ کُلِّہَا وَمَا یُجْزٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِہٖ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نماز پڑھنے والوں میں سے، روزہ رکھنے والوں میں سے، زکوٰۃ دینے والوں میں سے، حج وعمرہ کرنے والوں میں سے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وہ تمام ہی نیک کام کرنے والوں میں سے ہوجاتا ہے لیکن قیامت کے دن اسے اتنا ہی اجر دیا جائے گا جتنا وہ دین کی عقل (سمجھ) رکھنے والا ہے۔

(۵) بہترین لوگ وہ ہیں جو دین کی سمجھ رکھنے والے ہیں:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ

(مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسانوں کی اسی طرح کانیں ہیں جس طرح سونے اور چاندی کی کان ہوتی ہے۔ جو لوگ ایامِ جاہلیت میں بہتر تھے وہ زمانۂ اسلام میں بھی بہتر ہیں۔ اگر وہ فقاہت (دین کی سمجھ) حاصل کریں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ النَّاسِ اَکْرَمُ فَقَالَ اَکْرَمُھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاھُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ ھٰذَا نَسْئَلُکَ قَالَ فَاَکْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰہِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰہِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰہِ ابْنِ خَلِیْلِ اللّٰہِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ ھٰذَا نَسْئَلُکَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِّیْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِیَارُکُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُھُوْا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون شخص زیادہ معزز و مکرم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ معزز و مکرم وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ

پرہیزگار و متقی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ سے ہمارے سوال کا مطلب یہ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسانوں میں سب سے زیادہ شریف و بزرگ حضرت یوسفؑ ہیں جو خدا کے نبی، خدا کے نبی کے بیٹے، خدا کے نبی کے پوتے اور خدا کے دوست (حضرت ابراہیمؑ) کے پڑپوتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ سے ہمارے سوال کا مطلب یہ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو کیا تم عربوں کی خاندانی شرافت اور ذات وحسب کی اعلیٰ خصوصیات کے اعتبار سے پوچھ رہے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں! ہمارے سوال کا مطلب یہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ زمانۂ جاہلیت میں سب سے بہتر تھے وہی اسلام میں سب سے بہتر ہیں جبکہ وہ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کریں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک فقیہ (یعنی عالمِ دین) شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

(۶) دین کی سمجھ سے منافق محروم رہتا ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِيْ مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوتیں ایک تو خلق نیک اور دوسری دین کی سمجھ۔

(۷) فہمِ دین کی ایک مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا قِرَاءَۃَ اِلَّا بِتَدَبُّرٍ وَلَا عِبَادَۃَ اِلَّا بِفِقْہٍ وَمَجْلِسُ فِقْہٍ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَۃِ سِتِّیْنَ سَنَۃٍ

(کنزالعمال۔۲۸۹۱۷)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بغیر تدبر کے قرآن کی قرأت بے فائدہ ہے، بغیر سمجھ کے عبادت بے فائدہ ہے، فہمِ دین کی ایک مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(۸) دین کی سمجھ کے لئے دین کا جامع تصور ضروری ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ دِیْنَ اللّٰہِ تَعَالٰی لَنْ یَنْصُرَہٗ اِلَّا مَنْ حَاطَہٗ مِنْ جَمِیْعِ جَوَانِبِہٖ (کنزالعمال۔۲۸۸۸۶)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے دین کی ہرگز کوئی نصرت نہیں کرسکتا مگر وہی جو دین کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہو۔

یہ حقیقت ہمارے ذہن میں ہر وقت موجود ہونی چاہیئے کہ یہ دین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا۔ ایک وحی (وحیٔ متلو) الفاظ

کی شکل میں حضرت جبرئیلؑ لایا کرتے تھے، وہ قرآن مجید ہے اور دوسری وحی (وحیٔ غیر متلو) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل میں معنیٰ کی صورت میں آیا کرتی تھی وہ احادیث ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں فرمائی۔ دین کی تمام باتیں وحی کے ذریعہ نازل کردہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ اس کو پڑھ کر سنائیں اور اس کا مطلب سمجھائیں اور کس طرح سے عمل کرنا وہ بھی عمل کر کے دکھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو بھی عمل کر کے دکھایا وہ سنت ہے۔ ساری امت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت پر چلنا ہے۔ قیامت تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو اس بات کی ضرورت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کردہ دین محفوظ رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی ذمہ داری لی، فرمایا:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ○ (الحجر-۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ قرآن مجید جیسا نازل ہوا تھا ویسے ہی بغیر کسی تبدیلی کے محفوظ ہے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احادیث اور سنتیں بھی محفوظ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں جن خوش نصیب افراد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر

ایمان لاکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی وہ صحابہؓ کہلائے۔صحابہؓ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ ہیں۔انہوں نے دین کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا اور آئندہ آنے والے لوگوں تک پہنچایا۔صحابہؓ کے شاگرد تابعین کہلاتے ہیں۔تابعین نے صحابہؓ سے دین سیکھ کر آنے والی نسل تک پہنچایا جنہیں تبع تابعین کہتے ہیں۔صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہترین زمانہ اور بہترین افراد قرار دیئے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الثَّانِيْ ثُمَّ الثَّالِثُ ثُمَّ تَجِيْئُ قَوْمٌ لَا خَيْرَ فِيْهِمْ (طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین لوگ (صحابہؓ) میرے زمانہ کے ہیں، پھر اس کے بعد (تابعینؒ) اور پھر اس کے بعد (تبع تابعینؒ) ہیں، پھر اس کے بعد جو قوم آئے گی اس میں کوئی خیر نہیں رہے گا۔

ان تین ادوار کو خیر القرون کہتے ہیں۔اس زمانہ میں جو چیز دین تھی وہ ہی دین ہے اور جو اس زمانہ میں دین نہیں تھی وہ دین نہیں کہلائے گی۔کچھ لوگوں نے گیارہوں، بارہوین، صندل، عرس و محرم وغیرہ کو دین سمجھ لیا ہے۔خیر القرون میں ان کا وجود ہی نہیں تھا، یہ سب بعد کی پیداوار ہیں، بدعات اور خرافات ہیں۔صحابہ کرامؓ، جو ہم سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والے

تھے اور ان کے ہاتھوں میں حکومت تھی مگر انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کا عرس وصندل کچھ نہیں کیا! الحمدللہ کہ اب تک بھی یہ بدعات وہاں نہیں ہو رہی ہیں۔

قبروں کو پختہ کرنا، ان پر چادر چڑھانا، پھول ڈالنا، عرس کرنا، صندل کرنا یہ سب بعد کے بدعتی علماء اور مشائخ نے نکال کر عوام کو گمراہ کر دیا، عوام نے اسی کو دین سمجھ لیا۔ بالفرض مزارِ نبوی ﷺ پر پھول ڈالے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ زمین سے لے کر آسمان تک پھول ہی پھول ہوتے، کیونکہ یہ سب تعلیمات نبوی ﷺ کے خلاف ہے اس لئے صحابہؓ نے، تابعینؒ نے اور تبع تابعینؒ نے نہیں کیا۔ اب شاید ہی کوئی ولی کا مزار ایسا ہو جہاں یہ بدعات وخرافات نہ ہوں۔

یہ دین چونکہ اللہ کا نازل کردہ ہے اس لئے کامل اور مکمل ہے، زندگی کے تمام مسائل کا حل ہے۔ زمانہ کتنا بھی ترقی کر جائے، حالات کیسے بھی ہو جائیں، سب کا حل قرآن اور سنت میں ملے گا۔

یہ دین زندگی کے حقائق اور ہدایات پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے حقائق بیان کر کے بندوں کو ہدایات دی ہیں جن پر عمل کرنے سے دنیوی زندگی میں بھی فلاح حاصل ہوگی اور آخرت کی زندگی میں بھی۔

یہ دنیا کی زندگی عارضی ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے امتحان کے لئے یہاں پیدا کیا ہے، اصل زندگی آخرت کی ہے جو موت کے بعد شروع ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایات پر عمل کرنے سے دنیا کی زندگی بھی خوشگوار ہوگی اور

آخرت کی زندگی میں ہمیشہ کی کامیابی نصیب ہوگی۔

کچھ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ دین چند رسم ورواج کا مجموعہ ہے یا آباءواجداد کے رائج کردہ طریقوں کا نام ہے، اور یہ مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا ہے اور زمانہ ترقی کرگیا ہے؛ اب دین کی پرانی چیزیں نہیں چلیں گی، اس میں ترمیم اور تبدیلی کی ضرورت ہے۔ یہ دین کی سمجھ سے ناواقفیت کی علامت ہے۔

دین کی تعلیمات کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دین دو حصوں پر مشتمل ہے؛ ایک عقائد (ایمانیات) اور دوسرے اعمال (عبادات، معاملات، معاشرت، سیاست وغیرہ)۔

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو باتیں پیش کی ہیں ساری باتوں کو سچے دل سے ماننا ایمان ہے۔ کسی ایک بات کے انکار، شک یا مذاق یا تحقیر کرنے سے آدمی دین کے دائرہ سے خارج ہوجاتا ہے۔

آخرت کی نجات ایمان سے وابستہ ہے۔ شرعی اور صحیح ایمان ہے تو نجات ہوجائے گی۔ اعمالِ صالحہ سے درجات میں بلندی ہوگی۔ خدانخواستہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہے، اگر حقیقی ایمان ہے تو دیر یا سویر جہنم سے نجات ہوگی اور جنت میں داخل ہوگا۔

قرآن واحادیث میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے لیکن ہر شخص

ان سے مسائل اخذ نہیں کرسکتا۔قرآن واحادیث سے مسائل اخذ کرنے کے لئے گہرے اور وسیع علم کی ضرورت ہے اور ساتھ تفقہہ کی صلاحیت بھی ضروری ہے۔ ائمہ کرام (امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ) کو اللہ تعالیٰ نے یہ سب عطا فرمایا تھا۔انھوں نے اپنی زندگیاں لگا کر بے انتہاء محنتیں کر کے ہمارے لئے سارے مسائل کا حل رکھ دیا ہے۔کسی بھی ایک امام کی پیروی کرنے سے شریعت کا منشا پورا ہو جاتا ہے۔کسی شخص کو یا تو مجتہد ہونا چاہیئے یا مقلد؛ دونوں کے درمیان کوئی راستہ ہدایت کا نہیں ہے۔

مسلمانوں کا ایک سرسری جائزہ لینے سے یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ یہ امت مختلف ومتضاد فرقوں اور جماعتوں میں بٹی ہوئی ہے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق واقع ہونے والی بات ہے کہ بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی؛ نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا 72 فرقے جہنمی ہیں، صرف ایک فرقہ جنتی ہے۔جب پوچھا گیا کہ وہ ناجی اور جنتی فرقہ کونسا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے یہ کسوٹی ہمارے ہاتھ میں دے دی ہے اس پر ہم پرکھ کر دیکھ سکتے ہیں کہ کونسا فرقہ ناجی اور جنتی ہے اور کونسا فرقہ گمراہ اور جہنمی ہے؛ نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک گروہ قیامت تک برابر حق پر قائم رہے گا جس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہ بات بھی آپ ﷺ کے ارشادات سے

متعین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پوری امت کو گمراہی پر نہیں جمع کرے گا۔ دین کی سمجھ حاصل کرنے کا ذریعہ دین کا علم ہے۔ دین کا علم کسی دینی مدرسہ ہی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ مستند کتابوں اور علمائے حق کی صحبتوں اور مجالس سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ مجلس میں علمِ دین کی اہمیت اور فضیلت کے تعلق سے روشنی ڈالی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲) علمِ دین کی اہمیت (۱)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ○ (الزمر-۹)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ پوچھیئے کیا جاننے والے اور جو نہیں جانتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں، نصیحت تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل سے کام لینے والے ہیں۔

علم کی جامع تعریف بہت مشکل ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چیزوں کی حقیقت کا جاننا علم ہے اور یہ انسان کی عقل سے متعلق ہے۔ دین کے علم کی تعریف ملا علی قاریؒ نے اس طرح فرمائی ہے:

العلم نور فی قلب المؤمن مقتبس من مصابیح مشکوٰۃ النبوۃ من الاقوال المحمدیۃ والافعال الاحمدیۃ یھتدی بہ الی اللہ وصفاتہ واحکامہ

ترجمہ: علم وہ نور ہے جو مومن کے قلب میں ہوتا ہے۔ یہ نور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے چراغِ نبوت یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اقوال و اعمال سے حاصل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے احکامات کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

علم دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ ذاتی اور کلی علم اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ انبیائے کرامؑ کو علم عطا فرمایا اور سب سے زیادہ علم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیا گیا۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (البقرہ۔۲۵۵)

ترجمہ: وہ اس کی معلومات میں سے کسی کا احاطہ نہیں کرسکتے مگر اتنا ہی جتنا وہ چاہے۔

ہمارے اعمال اس وقت صحیح ہوں گے جب کہ ہمارا علم صحیح ہو، اس لئے دین میں علم کی بہت بڑی اہمیت اور فضیلت ہے۔

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيْرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ (ابنِ ماجہ، بیہقی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اور نااہل کو علم سکھانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص سُوّر کے گلے میں جواہرات، موتی اور سونے کا ہار ڈال دے۔

علومِ ضروریہ تو ہر مسلمان پر فرض ہیں یعنی ہر عاقل بالغ مسلمان مرد وزن پر ''حالتِ راہنہ'' کی حد تک علم فرض ہے۔ حالتِ راہنہ کا مطلب یہ ہے کہ جس حالت

میں بھی مسلمان ہے اس حالت کے جائز یا ناجائز ہونے کی حد تک علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔ اس کے علاوہ مناشی اور مصادر اور مآخذ کا معلوم کرنا فرضِ کفایہ ہے کہ علاقہ میں اس قسم کے جید عالم کا موجود ہونا فرضِ کفایہ ہے ورنہ سب کے سب لوگ گنہگار رہوں گے۔

نااہل لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو طالبِ دینار (مال و دولت) اور اہلِ اھواء اور اہلِ بدعت ہیں یا نااہل سے مراد وہ نالائق طالبِ علم ہیں جن میں علمِ دین کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے تو ان کے سامنے علم کو پیش کرنا علم کی ناقدری ہے جیسا کہ خنزیر کے گلے میں پھولوں کا ہار یا جواہرات اور موتیوں کا یا سونے کا ہار ڈال دیا جائے۔

اس حدیث میں علم سے مراد علمِ دین ہے۔ جو مسلمانوں پر فرض ہے۔ جو قرآن وحدیث کا علم ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے سکول و کالج کے علوم وفنون کی ترغیب نہیں دی ہے اور نہ یہ علوم وفنون اس وقت دنیا میں موجود تھے۔ جو لوگ اس قسم کی احادیث کو سکول و کالج کی جدید انگریزی تعلیمات کے حصول کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ دینِ اسلام میں تحریف کرتے ہیں، ان کو خدا کا خوف کرنا چاہیئے۔

دین کا کتنا علم ضروری ہے:

مسلمان ہونے کے لئے، مسلمان رہنے کے لئے اور اسلام کی حالت میں دنیا سے جانے کے لئے جتنا علم ضروری ہے، وہ فرض ہے۔ اہلِ ہنود، یہود،

نصرانی، مجوسی وغیرہ بغیر علم کے اپنے دین کے پیرو قرار دیئے جاسکتے ہیں مگر مسلمان دین وایمان کیا ہے جانے بغیر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اسلام اور غیر اسلام میں تمیز کئے بغیر نہ کوئی شخص مسلمان ہوسکتا ہے اور نہ مسلمان رہ سکتا ہے، بالخصوص ہندوستان جیسے ملک میں جہاں بے شمار مذاہب ہیں اور یہ ملک شرک کی کان ہے، یہاں اسلام اور غیر اسلام کی تمیز کئے بغیر کوئی اسلام پر صحیح عمل پیرا نہیں ہوسکتا۔ محض زبان سے کلمہ پڑھ لینے سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ اس کلمہ کا معنی و مطلب نہ سمجھے۔ چونکہ عرب کے لوگوں کی زبان عربی تھی وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا معنی و مطلب خوب سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے رسول اللہؐ کی خوب مخالفت کی کیونکہ یہ کلمہ پڑھنے کے بعد انہیں پرانے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی بندگی کرنی پڑے گی۔

ایک شخص تجارت کرتا ہے تو اسے تجارت کے تعلق سے جو ہدایات اسلام نے دی ہیں جاننا ضروری ہے۔ کئی چیزیں جائز ہیں اور کئی ناجائز۔ دھوکا، رشوت، سود وغیرہ کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ جو چیز حرام ہے اس کو حلال سمجھنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔ اس طرح ایک شخص نکاح کرتا ہے تو اسے نکاح کے شرائط کیا ہیں اور بیوی کے کیا حقوق اس پر عائد ہوتے ہیں جاننا ضروری ہے۔ یہ جاننا بھی نہایت ضروری ہے کہ یہ عورت کب تک اس کی زوجیت میں رہے گی اور کب اس کی زوجیت سے خارج ہوجائے گی۔ یہ کوئی خیالی بات نہیں ہے بلکہ واقعہ ہے کہ بے علمی کی وجہ سے ایک شخص غصہ کی حالت میں تین طلاقیں دے دیتا ہے اور پھر اس بات کی فکر اور

کوشش کرنے لگتا ہے کہ کس طرح اس عورت کو اپنی بنا کر رکھے۔ علماء سے پوچھتا ہے کہ کیا زبان سے کہہ دینے سے وہ عورت زوجیت سے خارج ہو جاتی ہے؟ زبان سے نہیں کہتا تو پھر کس عضو سے کہے گا!

یہ بھی حقیقت ہی ہے کہ کوئی شخص انتقال کر جاتا ہے تو اس کا ترکہ شریعت کے مطابق تقسیم ہی نہیں ہوتا، جس کو جتنا ملتا ہے وہی مار لیتا ہے۔ بیٹیوں کو تو وراثت سے محروم ہی کر دیا جاتا ہے۔ ان سے کہہ دیا جاتا ہے کہ تمہاری شادیاں کر دی گئی ہیں اب کچھ دینا لینا نہیں ہے۔ غرض بے علمی کی وجہ سے بے شمار زندگی کے مسائل غلط راہ پر جا پڑتے ہیں۔ اس لئے مسلمان ہونے کے لئے، مسلمان رہنے کے لئے اور اسلام کی حالت میں دنیا سے جانے کے لئے علم کی شدید ضرورت ہے۔ آئے دن نئے نئے فتنے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ نئی چیزیں توجہ کا باعث بن جاتی ہیں۔ جہالت کی وجہ سے آدمی ان کا شکار بن جاتا ہے۔ اسلام کا مشہور اور معروف عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا مگر کچھ بدبخت لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے اور کچھ بدبخت لوگوں نے ان کے دعووں کو قبول کیا۔ جن لوگوں نے ان کی نبوت قبول کی وہ مسلمان ہی کہلانے والے تھے۔ قادیانیت کو کیا یہودیوں نے قبول کیا یا عیسائیوں نے قبول کیا یا ہندوؤں نے قبول کیا؟ صرف اور صرف جاہل اور بدبخت مسلمان کہلانے والوں نے قبول کیا۔

(۲) عَنْ كَثِيْرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِي الدَّرْدَآءِ فِيْ

مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَآءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَا اَبَا الدَّرْدَآءِ اِنِّیْ جِئْتُکَ مِنْ مَدِیْنَۃِ الرَّسُوْلِ ﷺ لِحَدِیْثٍ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ تُحَدِّثُہٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مَا جِئْتُ لِحَاجَۃٍ قَالَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَطْلُبُ فِیْہِ عِلْمًا سَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ طَرِیْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَہَا رِضًی لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالْحِیْتَانُ فِیْ جَوْفِ الْمَآءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ عَلٰی سَآئِرِ الْکَوَاکِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (احمد، ترمذی، ابوداود، ابنِ ماجہ، دارمی)

ترجمہ: حضرت کثیر بن قیسؓ سے روایت ہے کہ میں (ایک صحابی) ابوالدرداءؓ کے پاس دمشق (شام) کی ایک مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شہر سے آپ کے پاس ایک حدیث کے لئے آیا ہوں جس کے بارے میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ آپ کے پاس میرے آنے کی اس کے علاوہ کوئی اور غرض نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی راستہ کو (خواہ وہ لمبا ہو یا مختصر) علمِ دین حاصل

کرنے کے لئے اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے راستہ پر چلاتا ہے اور فرشتے طالبِ علم کی رضامندی کے لئے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں؛ اور عالم کے لئے ہر وہ چیز جو آسمانوں کے اندر ہے (یعنی فرشتے) اور جو زمین کے اوپر ہے (یعنی جن وانس) اور مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ اور عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے چودھویں کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے۔ اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاءؑ وراثت میں دینار و درہم نہیں چھوڑ گئے ہیں، ان کا ورثہ علم ہے؛ لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے کامل حصہ پایا۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ (ترمذی، دارمی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گھر سے علم حاصل کرنے کے لئے نکلا تو وہ جب تک (گھر واپس نہ آ جائے) خدا کی راہ میں ہے۔

(۴) عَنْ سَخْبَرَةَ الْاَزْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضٰى (ترمذی، دارمی)

ترجمہ: حضرت سخبرہ ازدیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم طلب کرتا ہے تو وہ اس کے گزرے ہوئے (صغیرہ) گناہوں کے لئے کفارہ ہو جاتا ہے۔

علم کی طلب میں لگے رہنے والے کے لئے جنت کی ضمانت ہے:

(۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ لَنْ یَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَیْرٍ یَّسْمَعُہٗ حَتّٰی یَکُوْنَ مُنْتَھَاہُ الْجَنَّۃَ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن بھلائی (یعنی علم) سے سیر نہیں ہوتا وہ اس کو سنتا (یعنی حاصل کرتا رہتا ہے) یہاں تک کہ اس کی انتہاء جنت ہوتی ہے۔

طالبِ علم کی فضیلت:

(۶) عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مَنْ جَآءَہُ الْمَوْتُ وَھُوَ یَطْلُبُ الْعِلْمَ لِیُحْیِیَ بِہِ الْاِسْلَامَ فَبَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّبِیِّیْنَ دَرَجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ (دارمی)

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ سے بطریقِ مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ علم حاصل کررہا ہو اور (وہ علم) اس غرض سے (حاصل کررہا ہو) کہ وہ اس کے ذریعہ سے اسلام کو رائج کرے گا تو جنت میں اس کے اور انبیاءؑ کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔

ناکام طالبِ علم بھی ناکام نہیں:

(۷) عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مَنْ طَلَبَ

الْعِلْمَ فَاَدْرَكَهُ كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْاَجْرِ فَاِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنَ الْاَجْرِ (دارمی)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم کا طالب ہو اور اسے علم حاصل بھی ہو گیا تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور اگر اسے علم حاصل نہ ہوا تو اس کو ایک حصہ ثواب ملے گا۔

تھوڑی دیر علم کا پڑھنا پڑھانا ساری رات کی عبادت سے افضل ہے:

(۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ مِنْ اِحْيَائِهَا (دارمی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رات میں تھوڑی دیر علمِ دین پڑھنا یا پڑھانا پوری رات کی عبادت سے افضل ہے۔

فضائلِ علم کی بے شمار احادیث میں سے صرف چند احادیث میں نے پیش کی ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ مجلس میں علم کے فضائل کے تعلق سے چند اور احادیث پیش کی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے علم کا طالب بنائے اور طلبِ علم ہی میں ہماری موت رکھے (کیونکہ حدیث میں آتا ہے ''من مات فی طلب العلم فھو شھید (جو علم کی طلب میں مرے وہ شہید ہے)'')۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳) علمِ دین کی اہمیت (ب)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ○ (فاطر-۲۸)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ۔

ترجمہ: اور آدمیوں میں اور کیڑوں میں اور چوپاؤں میں کتنے رنگ ہیں، اسی طرح اللہ کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں، بے شک اللہ بہت زبردست ہے اور بہت معاف کرنے والا ہے۔

یعنی بندوں میں نڈر بھی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی؛ مگر ڈرتے وہ ہی ہیں جو اللہ کی عظمت وجلال، آخرت کے بقاء ودوام، اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے احکام وہدایات کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر رکھتے ہیں۔ جس میں یہ سمجھ اور علم جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ میں وہ خدا سے ڈرے گا۔ جس میں خوفِ خدا نہیں وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔ ہدایت تو انہی لوگوں کو ملتی ہے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

عبادت پر علم کی فضیلت:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْعِلْمُ اَفْضَلُ مِنَ الْعِبَادَةِ وَمِلَاكُ الدِّيْنِ الْوَرْعُ (کنز العمال۔ ۲۸۶۵۷)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علمِ دین عبادت سے افضل ہے۔ دین کی حقیقت و مغز پرہیز گاری ہے۔

علمِ نافع اور غیر نافع

(۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ وَذٰلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذٰلِكَ حُجَّةُ اللهِ عَلٰى اِبْنِ آدَمَ (کنز العمال۔ ۲۸۶۶۷)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک علم جو دل میں جگہ پکڑتا ہے وہی علم نافع ہے اور دوسرا جو صرف زبان پر ہوتا ہے وہ ابنِ آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ ؎

علم را بر دل زنی یارے بود علم را بر تن زنی مارے بود

طلبِ علم میں مرنے والا شہادت کا درجہ پاتا ہے:

(۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا جَاءَ الْمَوْتُ لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَهُوَ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَتِ مَاتَ وَهُوَ شَهِيْدٌ (کنز العمال۔ ۲۸۶۹۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوشخص علم کی طلب رکھتا ہے، اس حالت میں اسے موت آتی ہے تو وہ شہید ہے۔

طلبِ علم میں لگے ہوئے لوگوں کے رزق کا انتظام اللہ تعالیٰ کرتا ہے:

(۴) عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ تَكَفَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِرِزْقِهٖ (کنزالعمال۔۲۸۷۰۱)

ترجمہ: حضرت زیاد بن حارثؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوشخص علم کی طلب میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق کی کفالت کرتا ہے۔

چار میں سے ایک بنو پانچویں نہ بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے:

(۵) عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلِكُ (کنزالعمال۔۲۸۷۳۰)

ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادفرمایا کہ دین کے عالم بن جاؤ یا طالبِ علم بنو یا ان کی باتیں سننے والے بنو یا ان کے چاہنے بنو مگر پانچویں شخص (جو علم اور علماء سے بغض رکھنے والا ہو) نہ بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

افضل علم:

(۶) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الْعِلْمُ

بِاللّٰہِ اِنَّ الْعِلْمَ یَنْفَعُكَ مَعَهٗ قَلِیْلُ الْعَمَلِ وَ كَثِیْرُهٗ وَاِنَّ الْجَهْلَ لَا یَنْفَعُكَ مَعَهٗ قَلِیْلَ الْعَمَلِ وَلَا كَثِیْرُهٗ (کنز العمال۔۲۸۷۳۱)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال میں سے افضل اللہ تعالیٰ کا علم حاصل کرنا ہے، علم ہے تو عمل کم یا زیادہ نفع دے گا۔ اگر جہل ہے تو نہ زیادہ عمل نفع دے گا نہ کم۔

مومن کی متاعِ گم شدہ:

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حکمت اور دانائی کی بات مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں سے پاتا ہے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

نفل عبادتوں کے مقابلے میں علم کا مقام:

(۸) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا اَبَا ذَرٍّ لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ آیَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ تُصَلِّیَ مِائَةَ رَكْعَةٍ وَلَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِهٖ اَوْ لَمْ یُعْمَلْ خَیْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ تُصَلِّیَ اَلْفَ رَكْعَةٍ تَطَوُّعًا (کنز العمال۔۲۸۷۶۲)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اے ابوذر! تم صبح جا کر کتاب اللہ کی ایک آیت سیکھ لو، یہ تمہارے ایک سو رکعت پڑھنے سے بہتر ہے اور تم جا کر علم کا ایک باب سیکھ لو چاہے اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے یہ تمہارے لئے ایک ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔

علم کو اختیار کرنے کی فضیلت:

(۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خُيِّرَ سُلَيْمَانُ بَيْنَ الْمَالِ وَالْمُلْكِ وَالْعِلْمِ فَاخْتَارَ الْعِلْمَ فَأُعْطِيَ الْمُلْكُ وَالْمَالُ لِاخْتِيَارِهِ الْعِلْمِ (کنز العمال۔ ۲۸۷۸۳)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ کو اختیار دیا گیا کہ وہ مال، حکومت اور علم تینوں میں سے کسی ایک کو اختیار کریں۔ انہوں نے علم کو اختیار کیا تو انہیں مال بھی دیا گیا اور حکومت بھی دی گئی۔

علم سے محرومی ذلت ہے:

(۱۰) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا اسْتَرْذَلَ اللهُ تَعَالٰی عَبْدًا اِلَّا حَرَّمَ الْعِلْمَ (کنز العمال۔ ۲۸۸۰۷)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو ذلیل نہیں کرتا مگر یہ اس کو علمِ دین سے محروم رکھتا ہے (یعنی جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرنا چاہتا ہے اسے علم سے محروم کر دیتا ہے)۔

علم کا حریص کبھی سیر نہیں ہوتا:

(۱۱) عَنْ عَوْنٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ صَاحِبُ الْعِلْمِ وَصَاحِبُ الدُّنْيَا وَلَا يَسْتَوِيَانِ اَمَّا صَاحِبُ الْعِلْمِ فَيَزْدَادُ رِضًى لِلرَّحْمٰنِ وَاَمَّا صَاحِبُ الدُّنْيَا فَيَتَمَادٰى فِي الطُّغْيَانِ ثُمَّ قَرَاَ عَبْدُ اللّٰہِ كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّآهُ اسْتَغْنٰى قَالَ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ (دارمی)

ترجمہ: حضرت عون ؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا کہ دو (۲) حریص ہیں جن کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ ایک عالم اور دوسرا دنیا دار، لیکن یہ (درجہ میں) برابر نہیں ہیں۔ کیونکہ عالم تو خدا کی خوشنودی اور رضامندی کو زیادہ کرتا ہے اور دنیا دار سرکشی میں زیادتی کرتا ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دنیادار کے حق میں (دلیل کے طور پر) یہ آیت پڑھی ’’كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّآهُ اسْتَغْنٰى‘‘ ترجمہ: خبردار! انسان البتہ سرکشی کرتا ہے جبکہ وہ اپنے آپ کو (کثرتِ مال کی بناء پر لوگوں سے) غنی دیکھتا ہے۔ حضرت عون کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے دوسری (یعنی) عالم کے حق میں یہ آیت پڑھی ’’اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ‘‘ ترجمہ: خدا کے بندوں میں علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی زندگی کے آخری لمحات تک علمِ دین حاصل کرتے رہنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۴) اصل علم کس چیز کا نام ہے (شریعتِ اسلامی کے اصول)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ
مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا○ (النساء۔۵۹)
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ
الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں اولی الامر ہیں۔ اگر تم میں کسی چیز کا اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو یہی طریقہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے خوب تر ہے۔

علمِ دین کے چار ستون:

مشہور مفسرِ قرآن امام رازیؒ فرماتے ہیں:

(۱) اَطِیْعُوا اللّٰہَ سے مراد ---------------- قرآن مجید ہے۔

(۲) وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے مراد ------------ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

(۳) وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ سے مراد ------------------ اجماعِ امت ہے۔

(۴) اور فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ سے مراد -------- قیاسِ شرعی ہے۔

آیتِ بالا سے معلوم ہوا کہ اصولِ شریعت چار ہیں: (۱) قرآن مجید، (۲) سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، (۳) اجماعِ امت، اور (۴) قیاسِ شرعی۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ اٰيَةٌ مُّحْكَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَآئِمَةٌ اَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا كَانَ سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ (ابوداود، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علمِ دین تین چیزیں ہیں: (۱) آیتِ محکمہ، (۲) سنتِ قائمہ، (۳) فریضۂ عادلہ۔ اوراس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد اور بے معنی ہے۔

''آیتِ محکمہ'' سے مراد پورا قرآن پاک ہے۔ چونکہ کتاب اللہ کی اصل چیز، اس کی آیاتِ محکمہ ہی ہیں اس لئے حدیث میں صرف آیتِ محکمہ کا ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح وہ دوسرے علمی فنون بھی یہاں مراد ہیں جو کتاب اللہ کو سمجھنے اور جاننے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔

''سنتِ قائمہ'' سے مراد احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ جو اپنے متون اور اپنی اسناد کی پوری احتیاط اور حفاظت کے ساتھ نقل ہو کر واجب التسلیم قرار پائیں،

اور انہی متون اور انہی اسناد کے ساتھ جوں کی توں محفوظ اور موجود ہیں۔

''فریضۂ عادلہ'' کے الفاظ سے 'اجماع' اور 'قیاس' کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ماخوذ ہے۔ اس (اجماع اور قیاس) کو فریضہ اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ اس کو تسلیم کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے جیسا کہ کتاب وسنت کو ماننا اور اس پر عمل کرنا۔ چنانچہ 'عادلہ' کا لفظ بھی اسی مطلب کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ ''فریضہ'' جو کتاب وسنت کے مثل اور عدیل ہے یعنی اس کے مشابہ اور اس کے مانند ہے۔ پس حدیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ علمِ دین کی اصل اور اس کے ماخذ چار چیزیں ہیں: کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی۔ دینی علوم ومعارف کی ساری عمارت انہی چار بنیادی ستونوں پر کھڑی ہوئی ہے۔ جس نے ان چاروں چیزوں کو سیکھ لیا اور جان لیا اس نے دین کا علم حاصل کیا۔ ان چاروں کے علاوہ باقی چیزوں کا سیکھنا اور جاننا اصل دین کے اعتبار سے زائد اور لا حاصل چیز ہے۔

(۲) عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آیَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ وَقَرَاَ اِلٰی وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاِذَا رَاَیْتِ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ سَمَّاهُمُ اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ

(متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ سے آخر تک وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ (وہ ذات وہ ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا۔ اس کتاب کی بعض آیات تو واضح اور محکم ہیں وہی آیتیں اس کتاب کی اصل اور بنیاد ہیں اور بعض دوسری آیتیں ایسی ہیں جو مختلف معنی کو شامل ہیں سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ کتاب کی انہی آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو مختلف المعنیٰ اور مختلف المراد ہیں تاکہ کوئی فتنہ برپا کرنے کی راہ نکالیں اور نیز اس لئے کہ اس مشتبہ المراد کا مطلب تلاش کریں حالانکہ اس کا حقیقی مفہوم کوئی نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ اور پختہ کار اہلِ علم یوں کہتے ہیں کہ ہم آیاتِ متشابہات پر یقین رکھتے ہیں ہر ایک محکم اور متشابہ ہمارے رب ہی کی طرف سے ہے اور نصیحت صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو صاحبانِ عقل وخرد ہیں) تک تلاوت فرمائی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ (یہ آیت پڑھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت تو دیکھے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ جب تم دیکھو کہ لوگ ان آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں جو متشابہ ہیں (تو تم سمجھو کہ) یہ وہ لوگ ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے (کجرو یا گمراہ) رکھا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں سے بچتے رہو۔

مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ: قرآنِ کریم میں دو طرح کی آیتیں ہیں اول محکمات ہیں یہ وہ آیتیں ہیں جن کے معنی ومطالب مضبوط، واضح، غیر منسوخ اور ظاہر ہوتے

ہیں۔جن میں کسی قسم کا ابہام یا اخفاء نہیں ہوتا ہے۔

دوسری آیات متشابہات ہیں۔متشابہات پھر دو قسم کی ہوتی ہیں۔ایک قسم کی وہ آیات ہیں جو معلوم المعنی ہیں مگر معلوم المراد نہیں جیسے ید اللہ، وجہ اللہ استوی علی العرش، جاء ربك وغیرہ۔

اس قسم کی متشابہات کے متعلق علمائے سلف صالحین کا عقیدہ ہے کہ اس میں کوئی تاویل نہ کی جائے بلکہ جو الفاظ ہیں ان کو بغیر تاویل کے اسی طرح رکھا جائے ہاں ''مَا یَلِیْقُ بِشَانِہٖ'' کے الفاظ کو ساتھ کر دیا جائے یعنی ید اللہ ما یلیق بشانہ، استوی ما یلیق بشانہ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان ہے۔امام مالکؒ سے جب استوی علی العرش کے متعلق پوچھا گیا تو آپؒ نے فرمایا: الاستوی معلوم والکیفیۃ مجھولۃ والسوال عنھا بدعۃ (استویٰ معلوم ہے، اس کی کیفیت معلوم نہیں، اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے)۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ''ید اللہ'' میں ید کا ترجمہ قدرت سے کرنا صفاتِ باری تعالیٰ میں تحریف ہے۔لہٰذا جو الفاظ ہیں اسی طرح سے ترجمہ کر کے ما یلیق بشانہ کہا جائے۔

دوسری قسم متشابہات کی وہ آیات ہیں جن کے نہ لفظی معنی معلوم ہیں اور نہ مرادی معنی معلوم ہیں جیسے حروف مقطعات ہیں۔جو سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں اس کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ ''اللہ اعلم بمرادہ بذلك'' سلف صالحین کا

عقیدہ رکھا جائے اور کسی قسم کی تاویل نہ کی جائے۔

جو لوگ نیک اور صالح ہیں اور جن کے قلوب ایمان سے منور ہوتے ہیں وہ لوگ آیاتِ محکمات پر بھی ایمان لاتے ہیں اور انہی کو مدارِ احکام بناتے ہیں اور متشابہات کو انہی محکمات کی روشنی میں دیکھ کر مانتے ہیں۔ مثلاً قرآن اعلان کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں اور اس پر آیاتِ محکمات موجود ہیں۔ مثلاً ''قل انما انا بشر مثلکم'' محکم آیت ہے اس کے مقابلے میں اگر کہیں لفظ ''نور'' آیا ہے تو وہ ذو معانی ہے جو متشابہ ہے۔ اس کو اس محکم کی روشنی میں دیکھنا پڑے گا۔ بہرحال صاف دل لوگ متشابہات کو مانتے ہیں مگر اس کے معنی اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔

اور جن لوگوں کے دلوں میں ''زیغ'' اور کجروی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس میں بے جا تاویلیں کرتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ متشابہات میں عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں اور ان کے اصلی معانی پانے کی کوشش کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کجرو اور گمراہ قرار دیا ہے۔

احادیث وسنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

(۱) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران۔ ۱۶۴)

ترجمہ: یقیناً بڑا احسان کیا اللہ نے مومنوں پر، جب اس نے بھیجا ان میں ایک

رسول انہی میں سے، وہ تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور تزکیہ (پاک) کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب اور حکمت کی اور اگرچہ تھے وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں۔

اس آیت میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرائضِ رسالت، (۱) تلاوتِ آیات، (۲) تزکیۂ نفوس، (۳) کتاب کی تعلیم، (۴) حکمت کی تعلیم بیان کئے گئے ہیں۔اس مضمون کی قرآنِ کریم میں چار مقامات پر آیات آئی ہیں۔سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۲۹، سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۵۱، سورۂ جمعہ آیت نمبر ۲، اور آیتِ مذکورہ۔

کتاب سے مراد تو قرآن حکیم ہے، حکمت سے کیا مراد ہے؟ تمام ہی مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔منکرینِ احادیث صرف احادیث ہی کا نہیں بلکہ قرآن کا بھی انکار کرنے والے ہیں۔قرآن کی تفسیر وتشریح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اللہ کی طرف سے عائد کیا ہوا فریضہ تھا۔چنانچہ فرمایا گیا:

(۲) بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ (النحل-۴۴)

ترجمہ: (ہم نے بھیجا تھا انہیں) کھلی دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ اور ہم نے نازل کیا آپ کی طرف ذکر (قرآن) تا کہ آپ بیان کریں لوگوں کے لئے جو کچھ نازل کیا گیا ہے ان کی طرف اور تا کہ وہ (بھی) غور وفکر کریں۔

اس سے بڑھ کر احادیث کے وحیٔ الٰہی ہونے کی بڑی دلیل سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۴ ہے۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ (الاحزاب۔ ۳۴)

ترجمہ: اور یاد رکھو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں، بے شک اللہ ہے نہایت باریک بین اور پوری طرح باخبر۔

(۳) قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۗ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۗ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (النور۔ ۵۴)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ تم لوگ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم روگردانی کرو گے تو سمجھ لو کہ رسول پر جو بار ڈالا گیا ہے وہ صرف اس کا ذمہ دار ہے اور تم پر جو بوجھ رکھا گیا ہے تم اس کے ذمہ دار ہو اور اگر تم نے رسول کی فرمانبرداری کی تو تم سیدھی راہ پالو گے اور بہر حال رسول کی ذمہ داری تو بس پیغام کو صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب۔۲۱)

ترجمہ: یقیناً ہے تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ، ہر اس شخص کے لئے جو امید رکھتا ہو اللہ کی اور یوم آخرت کی اور ذکر کرتا رہتا ہو اللہ کا بہت زیادہ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی تمام انسانوں کے لئے قیامت تک کے لئے ایک مثالی نمونہ ہے۔

ہدایت کے دو ذریعے:

(۱) عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ

(موطا)

ترجمہ: حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔ وہ کتاب اللہ (قرآن مجید) اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (احادیث) ہیں۔

جب تک تم مضبوطی سے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ ہدایت فراہم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اب ہدایت کس صورت میں مہیا ہو گی؟ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت آخری نبی کی نبوت ہے، اور نیا کوئی نبی نہیں آ سکتا ہے۔ لہٰذا ہدایت کے جاری رہنے کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ قرآن کریم اور میری سنت یعنی

احادیث مقدسہ میرے بعد ہدایت کے لئے ہدایت کا سامان ہے اور قرآن کریم چونکہ ہر قسم کی تحریفات سے پاک ہے، احادیثِ مبارکہ بھی قرآنِ عظیم کی برکت سے محفوظ ہیں تو جو کوئی ہدایت کے ان سرچشموں کو مضبوط پکڑے گا وہ ہر طرح کی گمراہی سے بچا رہے گا۔

(۲) عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَاْتِیْہِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِہٖ اَوْ نَہَیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ مَا وَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اتَّبَعْنَاہُ

(احمد، ترمذی، ابوداود، ابنِ ماجہ، بیہقی)

ترجمہ: حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے چھپر کھٹ پر تکیہ لگائے ہوئے ہو اور میرے ان احکام میں سے جن کا میں نے حکم دیا ہے یا جس سے منع کیا ہے کوئی حکم اس کے پاس پہنچے اور وہ (اسے سن کر) یہ کہہ دے کہ میں کچھ نہیں جانتا، جو کچھ ہمیں خدا کی کتاب میں ملا ہم نے اس کی پیروی کی۔

لا الفین احد کم: یعنی تم ایسی حالت میں مبتلا نہ ہو جاؤ کہ میں تم کو اس حالت میں پالوں۔

متکئا علی اریکتہ: تخت شاہی کو اریکۃ کہتے ہیں جس کی جمع ارائک ہے۔ اس کو چھپر کھٹ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ اس شخص کی نہایت غرور و تکبر کی کیفیت کا بیان

ہے نیز اس میں عیش وترفہ اور ناز ونعم کی طرف بھی اشارہ ہے۔

امر: یہاں مطلق دینِ اسلام مراد ہے امر ہو یا نہی ہو یا کوئی اور حکم ہو۔

اس حدیث میں منکرینِ حدیث پر بلیغ ردوتردید ہے۔ جو اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ نہایت غرور وتکبر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے بس صرف قرآن ہی کافی ہے۔ اس کا مشاہدہ علمائے حق نے اس وقت کیا تھا جب وہ وفد کی شکل میں عبداللہ چکڑالوی منکرِ حدیث کے پاس گئے تھے وہ چھپر کھٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور غرور کے ساتھ علماء سے کہہ رہا تھا کہ ''حسبنا کتاب اللہ'' کہ بس ہمارے لئے صرف قرآن ہی کافی ہے۔

(۳) عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَا اِنِّيْ اُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ اَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمُ الْحِمَارُ الْاَهْلِيُّ وَلَا كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ اِلَّا اَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ اَنْ يَقْرُوْهُ فَاِنْ لَمْ يَقْرُوْهُ فَلَهٗ اَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ

(ابوداود، دارمی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ رہو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی، خبردار! عنقریب اپنے چھپر کھٹ پر پڑا ایک شخص کہے گا کہ اس قرآن کو اپنے اوپر لازم جانو (یعنی فقط قرآن ہی سمجھو اور اس پر عمل کرو) اور جو چیز تم قرآن میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جس چیز کو تم قرآن میں حرام پاؤ اس کو حرام جانو۔ حالانکہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار فرمایا ہے وہ بھی اس کے مانند ہے جسے خدا نے حرام کیا۔ خبردار! تمہارے لئے نہ اہلی (گھریلو) گدھا حلال کیا ہے اور نہ کچلی رکھنے والے درندے، اور نہ تمہارے لئے معاہد (یعنی وہ قوم جس سے معاہدہ کیا گیا ہو) کا لقطہ حلال کیا ہے مگر وہ لقطہ حلال ہے جس کی پرواہ اس کے مالک کو نہ ہو اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو اس قوم پر لازم ہے کہ اس کی مہمانی کریں۔ اگر وہ مہمانی نہ کریں تو اس شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ مہمانی کے مانند ان سے حاصل کرے۔

اُوْتِیْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهٗ: یعنی قرآن کی طرح احکام کے اثبات کے لئے مجھے احادیث بھی دی گئی ہیں۔ ہاں فرق اتنا ہے کہ قرآن وحیٔ متلو ہے اور احادیث وحیٔ غیر متلو ہیں۔ واجب العمل دونوں ہیں حلت وحرمت دونوں سے ثابت ہوتی ہے۔

رَجُلٌ شَعْبَانُ: اس لفظ سے اس شخص کی بلادت وحماقت اور عیش وعشرت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بھرے پیٹ والا بلید اور بے وقوف ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ اس بلادت وجہالت کی وجہ سے احادیث کا انکار کرے گا۔

وَاِنَّ مَا حَرَّمَ: "اَیْ وَالْحَالُ اَنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللہِ کَمَا حَرَّمَ اللہُ" یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان سے اسی طرح چیزیں حرام ہوئی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات حقیقت میں اسی طرح شارع ہے جس طرح اللہ تعالیٰ شارع ہے۔ کیونکہ "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" (وہ اپنی خواہشِ نفس سے کچھ نہیں کہتے مگر وہی کہتے ہیں جس کی ان پر وحی کی جاتی ہے) واضح آیت ہے۔

اَلَا لَا یَحِلُّ: یہاں سے ان اشیاء کا بیان شروع کیا گیا ہے جن کی حرمت سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مذکور ہے اور قرآنِ کریم میں نہیں ہے۔ یہ چار چیزیں ہیں:

(۱) پالتو گدھا نہ کہ وحشی گدھا کیونکہ وہ صحرائی ہے اور حلال ہے۔ جس کو زیبرا کہتے ہیں اب پالتو گدھے کی حرمت کا حکم حدیث میں ہے اور قرآنِ کریم میں نہیں ہے۔

(۲) **ذی ناب:** یعنی ڈاڑھوں اور کچلی سے شکار کرنے والے جانوروں کی حرمت کا ذکر قرآن میں نہیں ہے احادیث میں ہے۔

(۳) معاہد کا لقطہ استعمال کرنا، معاہد یا ذمی ہوتا ہے اور یا حلیف کافر ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر ذمی مسلمان کا لقطہ استعمال کرنا بطریق اولیٰ حرام ہے ہاں "معمولی چیز جو کوئی خود ہی پھینک دے یا گرنے کے بعد اس کے اٹھانے کی ضرورت محسوس نہ کرے" تو وہ مستثنیٰ ہے۔

(۴) **ومن نزل:** یہ چوتھی چیز ہے کہ کوئی مسلمان کسی قوم پر اتر آیا تو اس قوم پر

ان کی ضیافت واجب ہے ورنہ ضیف اپنی ضیافت کی مانند ان لوگوں سے اس کا عوض لے لے۔

اجماع:

اجماع کی تعریف:

اِتِّفَاقُ مُجْتَهِدِيْنَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فِيْ عَصْرٍ عَلٰى اَمْرٍ مِنَ الْاُمُوْرِ (توضیح وتلویح۔۵۱۶)

ترجمہ: کسی بھی زمانہ میں امت کے مجتہدین اور صالحین کا کسی ایک واقعہ اور امر پر اتفاق کر لینا اجماع کہلاتا ہے۔

یہ قول اور فعل اور اعتقاد سب کو شامل ہے۔ یہ امت کی خصوصیت ہے کہ اس امت کا اجماع حجت ہے۔عوام اور غیر مجتہدین علماء اور فاسقین اور مبتدعین کا اجماع حجت نہیں ہے۔

اجماع کی دلیل قرآن سے:

(۱) وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝

(النساء۔۱۱۵)

ترجمہ: اور جو شخص بھی جس پر سیدھی راہ واضح ہونے کے بعد اللہ کے رسول کی مخالفت کرے اور سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف راستہ اختیار کرے تو ہم

جوراہ اس نے اختیار کی ہے اسے اسی کے حوالے کریں گے اور ہم اس کو دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مخالفت اور غیر السبیل مومنین کی اتباع پر جہنم کی وعید سنائی ہے۔ جس پر وعید سنائی جاتی وہ حرام ہوتی ہے۔ جب یہ حرام ہوئی تو اس کی ضد یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موافقت اور سبیل المومنین کا اتباع واجب ٹھہرا۔ سبیل المومنین کا نام ہی اجماع ہے۔ جب اجماع کا اتباع واجب ٹھہرتا ہے تو اس کا حجت ہونا ثابت ہو گیا اور اس کا ماننا فرض ہے۔

اجماع کے دلائل حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے:

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ اُمَّتَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ (مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ میری امت کو یا یہ فرمایا کہ امت محمدی کو گمراہی پر نہیں جمع کرے گا۔ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ تنہا ہی جہنم میں ڈالا جائے گا۔

(۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ (مشکوۃ)

ترجمہ: بڑی جماعت کی پیروی کرو جو جماعت سے الگ ہوا وہ تنہا ہی جہنم میں ڈالا جائے گا۔ یعنی قول فعل اور اعتقاد جو جمہور علمائے حق کے ہیں اس کے مطابق عمل کرو۔

(۳) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الشَّيْطٰنَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَاْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَاِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک شیطان انسان کا بھیڑیا ہے، جس طرح بکریوں کے لئے بھیڑیا ہوتا ہے۔ بھیڑیا اس بکری اُچک لیتا ہے جو اپنے ریوڑ سے الگ ہونے والی اور دور ہونے والی اور کنارے ہونے والی۔ بچو تم پہاڑ کے دروں سے اور مضبوط پکڑو جماعت اور مجمع کو۔

(۴) عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جماعت (اجماع) سے بالشت بھر بھی جدا ہو گیا اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال پھینکا۔

امام الحرمین کا فتویٰ:

فضیلۃ شیخ امام الحرمین محمد عبداللہ السبیل نے ایک سائل کے جواب میں

بحوالہ نمبر ۲۹۱۰ مورخہ ۸ محرم ۱۴۱۶ھ یہ فرمایا کہ بالاتفاق علماء، صحابہ وتابعین اور فقہاء کا اجماع حجۃ شریعہ ہے اور قطعی امر میں اجماع کا انکار کفر ہے۔

چند مسائل جن پر امت کا اجماع ثابت ہے:

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت (۲) رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح (۳) ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے پر (۴) نمازِ جنازہ کے چار تکبیرات پر (۵) متعہ کی حرمت پر (۶) جماع بغیر انزال کے غسل واجب ہونے پر (۷) ایک مشت ڈاڑھی رکھنے پر وغیرہ وغیرہ۔

تنبیہ: خوارج، روافض (شیعہ)، معتزلہ، فرقے اجماع کے مخالف رہے ہیں۔ اس دور میں بھی کئی فرقے اور جماعتیں اجماع کے مخالف ہیں۔

خلاصہ: سلامتی کی راہ یہی کہ اپنے قول عمل اور اعتقاد کو اجماعِ امت اور جمہور اہل اسلام کے مطابق بنائیں۔ وباللہ التوفیق۔

قیاسِ شرعی:

(۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَمَّا بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَآءٌ قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ اَجْتَہِدُ بِرَاْیِیْ وَلَا اٰلُوْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی صَدْرِہٖ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا

يَرْضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ترمذی، ابوداود، دارمی)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب ان (حضرت معاذؓ) کو (قاضی وحاکم بنا کر) یمن بھیجا تو ان سے (بطور امتحان) پوچھا کہ جب تمہارے سامنے کوئی قضیہ پیش ہوگا تو تم کس طرح فیصلہ کروگے؟ انہوں نے کہا میں کتاب اللہ (قرآن حکیم) کے موافق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر تمہیں وہ مسئلہ (صراحۃً) کتاب اللہ میں نہ ملا؟ انہوں نے کہا کہ پھر سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو موافق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر تمہیں وہ مسئلہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی نہ ملا؟ انہوں نے کہا تو پھر میں اپنی عقل سے اجتہاد کروں گا اور (اپنے اجتہاد وحقیقت رسی میں) کوتاہی نہیں کروں گا۔ معاذؓ (یا وہ راوی جنہوں نے یہ حدیث معاذؓ سے روایت کی ہے) کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (یہ سن کر) اپنا دستِ مبارک معاذؓ کے سینے پر مارا (تاکہ اس کی برکت سے وہ اپنی بات پر ثابت قدم رہیں اور ان کے علم میں اضافہ ہو، اور فرمایا) تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رسول (یعنی معاذؓ) کو اس چیز کی توفیق عطا کی جس سے اللہ کا رسول راضی ہو۔

یعنی اگر کتاب وسنت اور اجماعِ امت کا واضح فیصلہ سامنے نہ ہو تو میں اس قضیہ کے لئے قرآن وحدیث میں دیکھوں گا کہ اس مسئلہ کی نظیر کونسا مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کی طرح بیان شدہ مسئلہ کونسا ہے اور اس کا حکم کیا ہے تو میں اس جزئیہ کو

اس پر قیاس کروں گا اسی کا نام اجتہاد ہے یہاں رائے سے مراد وہ رائے ہے جو قرآن وحدیث سے مستنبط اور ماخوذ ہو اور اس کی روشنی میں ہو ورنہ خالص اپنی ذاتی رائے کا اعتبار نہیں ہے۔

فقہاء کے ہاں وہ قیاس بھی اصولِ شرعیہ میں سے ایک اصل ہے جو شرعی نصوص سے مستنبط ہو جس طرح اس حدیث سے واضح طور پر اس قسم کا قیاس اور اس قسم کی رائے اور اجتہاد کو شرعی حجت قرار دیا گیا ہے جمہور کا یہی مسلک ہے ہاں اہلِ ظواہر غیر مقلدین حضرات قیاس کو شرعی حجت نہیں مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے قیاس ابلیس نے کیا تھا وہ مردود ٹھہرا۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِی الْمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْهِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس ٹھہرے ہوئے پانی جو بہنے والا نہ ہو پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل کرنے لگے۔

لطیفہ:

جو لوگ قیاس کا انکار کرنے والے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ حدیث میں صرف پیشاب کرنے کا ذکر ہے جس سے ٹھہرا ہوا پانی نجس ہو جاتا ہے۔ اگر پیخانہ کیا گیا یا خون یا حیض کی گندگیاں پانی میں ڈال دی گئیں تو کیا؟ وہ لوگ یہی کہتے ہیں

کہ پانی نجس نہیں پاک ہے کیونکہ حدیث میں صرف پیشاب کرنے کا ذکر ہے پاخانے کرنے اور حیض کا خون ڈالنے کا ذکر نہیں ہے۔غرض قیاس شرعی کا انکار کرنے سے ان کے بے شمار مسائل غلط ہوکر رہ گئے ہیں!!

اصل علم قرآن کی محکم آیات، سنتِ قائمہ، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو دین کا صحیح علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۵) تعلیم کی اہمیت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَآ اُحِلَّ لَھُمْ قُلْ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُکَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ فَکُلُوْا مِمَّآ اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ○ (المائدہ۔۴)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ: لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے لئے کیا چیز حلال کی گئی ہے آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے شکار پر دوڑانے کو سدھایا ہو جب کہ تم نے ان کو وہ طریقے تعلیم کردیئے ہوں جو خدا نے تم کو بتائے ہیں تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑ رکھیں اس کو کھالیا کرو اور شکاری جانور کو دوڑاتے وقت اللہ کا نام لے لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

کتا نجس ہے:

کتا نجس ہے اگر اس کو شکار کرنے کی تعلیم دی جائے تو اس کا پکڑا ہوا شکار حلال ہے۔اس سے تعلیم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْیَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ (متفق علیہ) وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ طُهُوْرُ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ اِذَا وَلَغَ فِیْهِ الْكَلْبُ اَنْ یَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَوْلَاهُنَّ بِالتُّرَابِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی لے اس (برتن) کو سات مرتبہ دھو لینا چاہیئے۔اور مسلم شریف میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ”تم میں سے جس کے برتن میں کتا پانی پی جائے اس کو پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھو ڈالے اور پہلی مرتبہ مٹی سے دھوئے۔

یہود کے سکھلانے پر مشرکین نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ اصحابِ کہف کون تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ کل جواب دوں گا، اس پر امید پر کہ جبرئیلؑ آئیں گے تو پوچھ کر بتا دوں گا۔مگر پندرہ دن تک وحی رکی رہی اور جبرئیلؑ تشریف نہیں لائے اور پندرہ دن کے بعد سورۂ کہف لے کر نازل ہوئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ آپ کی چارپائی کے

نیچے کتے کا بچہ تھا۔ فرشتے جہاں جاندار کی تصویر، کتا اور جنبی شخص ہوتا ہے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنِ اتَّخَذَ کَلْبًا اِلَّا کَلْبَ مَاشِیَةٍ اَوْ صَیْدٍ اَوْ زَرْعٍ انْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ کُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطٌ

(متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مویشیوں کی حفاظت کرنے والے، شکار پکڑنے والے اور کھیت کھلیان کی چوکسی کرنے والے کتے کے علاوہ کوئی کتا پالتا ہے تو اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط کے برابر کمی کر دی جاتی ہے۔

(۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَ بِقَتْلِ الْکِلَابِ اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْ کَلْبَ غَنَمٍ اَوْ مَاشِیَةٍ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم کو سارے کتوں کے یا مدینے کے کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا لیکن شکاری کتوں اور بکریوں کی حفاظت کرنے والے کتوں اور مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کتوں کو مستثنیٰ رکھا۔

(۴) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَوْ لَا اَنَّ الْکِلَابَ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِهَا کُلِّهَا فَاقْتُلُوْا مِنْهَا کُلَّ اَسْوَدَ بَهِیْمٍ

(ابوداود، دارمی، ترمذی، نسائی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کتے بھی گروہوں میں سے ایک گروہ ہیں تو میں یقینا یہ حکم دے دیتا کہ ان سب کو مارڈالا جائے پس ان میں جو بھی کتا خالص سیاہ رنگ کا ہو اس کو مارڈالو۔

اور ترمذی ونسائی نے یہ عبارت مزید نقل کی ہے کہ جو گھر والے بلاضرورت کتا پالتے ہیں ان کے عمل کے ثواب میں سے روزانہ ایک قیراط کمی کردی جاتی ہے۔ ہاں شکار کرنے والا کتا اور کھیت کی حفاظت کرنے والا اور ریوڑ کی چوکسی کرنے والا کتا اس سے مستثنیٰ ہے۔

''امۃ'' جس طرح انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک خالص مصلحت کے تحت پیدا کیا اور اس کی نسل کو باقی رکھا اسی طرح اللہ نے حیوانات کو حکمت و مصلحت کے تحت پیدا کیا لہٰذا ان کو باقی رکھنا بھی حکمت کا تقاضا ہے اسی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے۔

کتے اور تیر کے ذریعہ کئے گئے شکار کے مسائل:

(۱) عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَرْسَلْتَ کَلْبَكَ فَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ فَاِنْ اَمْسَكَ عَلَیْكَ فَاَدْرَکْتَہٗ حَیًّا فَاذْبَحْہُ وَاِنْ اَدْرَکْتَہٗ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ یَاْکُلْ مِنْہُ فَکُلْہُ وَاِنْ اَکَلَ فَلَا تَاْکُلْ فَاِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰی نَفْسِہٖ فَاِنْ وَجَدْتَّ مَعَ کَلْبِكَ کَلْبًا غَیْرَہٗ وَقَدْ قُتِلَ فَلَا

تَأْكُلْ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ أَيُّهُمَا قَتَلَهُ وَإِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَإِنْ غَابَ عَنْكَ يَوْمًا فَلَمْ تَجِدْ فِيْهِ إِلَّا أَثَرَ سَهْمِكَ فَكُلْ إِنْ شِئْتَ وَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيْقًا فِي الْمَآءِ فَلَا تَأْكُلْ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم اپنے کتے کو چھوڑ دو تو اللہ کا نام ذکر کرو یعنی جب تم شکار کے لئے اپنے سکھائے ہوئے کتے کو چھوڑنے کا ارادہ کرو تو اس کو بسم اللہ اکبر کہہ کر چھوڑو۔ اور پھر اگر اس کتے نے تمہارے لئے شکار کو پکڑ لیا ہو اور وہ شکار تم کو زندہ ملے تو اس کو ذبح کر لو اگر اس کو قصداً ذبح نہیں کرو گے تو اس کا کھانا حرام ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ مردار ہوگا اور اگر تم اس شکار کو اس حالت میں پاؤ کہ کتے نے اس کو مار ڈالا ہے لیکن اس نے اس میں سے کچھ کھایا نہیں ہے تو تم اس شکار کو کھاؤ لیکن اگر کتے نے اس میں سے کچھ کھا لیا ہے تو پھر تم اس کو نہ کھاؤ کیونکہ اس صورت میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کتے نے اس شکار کو اپنے لئے پکڑا ہوگا۔ جو اس بات کی علامت ہوگی کہ کتا سکھایا ہوا نہیں ہے جبکہ اس کتے کا پکڑا ہوا شکار حلال ہے جو سکھایا ہوا ہو اور اگر تم شکار کے پاس اپنے کتے کے ساتھ کسی دوسرے کا کتا بھی پاؤ درآنحالیکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کتے نے اس شکار کو مار ڈالا ہو تو اس صورت میں بھی اس شکار کو مت کھاؤ کیونکہ تمہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اس شکار کو ان دونوں کتوں میں سے کس نے مارا ہے، اگر دوسرے کتے نے مارا ہوگا تو ہوسکتا ہے کہ

وہ سکھایا ہوا نہ ہو یا اس کو چھوڑنے والے نے چھوڑتے وقت بسم اللہ نہ کہی ہو اور یا اس کو کسی ایسے شخص نے چھوڑا ہو جس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہوتا جیسے مجوسی یا بت پرست وغیرہ اور جب تم کسی شکار پر اپنا تیر چلاؤ تو اس وقت اللہ کا نام ذکر کرو یعنی بسم اللہ کہہ کر تیر چلاؤ اور پھر اگر وہ شکار ایک دن تک تم سے اوجھل رہا اور اس کے بعد تمہیں ملا تو تم چاہو تو اس کو کھالو بشرطیکہ تم نے اس شکار میں اپنے تیر کے نشان کے علاوہ اور کوئی نشان نہ پایا ہو اور اگر وہ شکار تمہیں پانی میں ڈوبا ہوا ملے اور اس میں تمہارے تیر کا نشان بھی موجود ہو تو تم اس کو نہ کھاؤ کیونکہ ممکن ہے وہ تمہارے تیر سے نہ مرا ہو بلکہ پانی میں ڈوب کر مرا ہو۔

''اذا رسلت کلبك'' اس حدیث میں شکار کے کئی مسائل کا بیان آ گیا ہے جن کی طرف قرآنِ عظیم کی اس آیت میں اشارے ہیں (وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونهن مما علمکم الله فکلوا مما امسکن علیکم اوذکروا اسم الله علیه)۔ اس آیت میں ''الجوارح'' سے پھاڑنے اور شکار کرنے والے درندے پرندے وغیرہ مراد ہیں جیسے چیتا، شیر اور کتا وغیرہ اور پرندوں میں باز وغیرہ مراد ہیں۔ ''مکلبین'' یعنی تم نے اس کو شکار پر چھوڑا ہو یہ چھوڑنا بمنزلہ ذبح کرنے کے ہے اس لئے اس وقت بسم الله الله اکبر پڑھنا چاہیئے اور یہی کافی ہے ہاں اگر شکار زخمی حالت میں مل گیا تو پھر ذبح اختیاری ضروری ہے۔ ''تعلمونهن'' یعنی آزمودہ سکھایا ہوا تعلیم یافتہ کتا ہو فقہاء نے

جانور کے تعلیم یافتہ ہونے کے لئے تین شرائط بیان کی ہیں۔

(۱) پہلی شرط یہ کہ جب شکار پر چھوڑے تو خوب دوڑے۔

(۲) دوسری شرط یہ کہ دوڑ کے دوران جب واپس بلایا جائے تو فوراً واپس آجائے۔

(۳) تیسری شرط یہ کہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لائے خود بالکل نہ کھائے۔

اس طرح کتا مُعلَّم ہوتا ہے اس کے چھوڑنے کے وقت بسم اللہ کہنے سے شکار حلال ہوجاتا ہے اس کے مارنے سے ذبح مکمل ہوگیا ہاں اگر شکار اب تک زندہ ہے تو پھر اس کا ذبح کرنا ضروری ہے۔ باز وغیرہ پرندہ کے مُعلَّم ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔

(۱) جب شکار پر چھوڑے تو خوب اڑ کر دوڑے۔

(۲) دوسری شرط یہ کہ جب واپس بلایا جائے تو خوب اڑ کر واپس آئے شکار کو نہ کھانا پرندہ کے لئے شرط نہیں ہے۔

(۲) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَا عَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ اَوْ بَازٍ ثُمَّ اَرْسَلْتَهٗ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا اَمْسَكَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَاِنْ قَتَلَ قَالَ اِذَا قَتَلَهٗ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْهُ شَيْئًا فَاِنَّمَا اَمْسَكَهٗ عَلَيْكَ

(ابوداود)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتمؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا جس جس جانور کو تم نے سکھلایا خواہ وہ کتا ہو یا باز اور پھر تم نے ان میں سے کسی کو

شکار پر چھوڑا اور چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا تو تم اس جانور کو کھالو جس کو اس کتے یا باز نے تمہارے لئے پکڑا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر چہ اس نے اس شکار کو مار ڈالا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جبکہ وہ کتا یا باز شکار کو مار ڈالے اور خود اس میں سے کچھ نہ کھائے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ اس نے اس شکار کو تمہارے ہی لئے پکڑ رکھا ہے۔

شکار کے شرائط:

(۱) شکار کے حلال ہونے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ شکار کرنے والا مسلمان ہو کافر کا شکار اور ذبیحہ حرام ہے۔

(۲) شکاری کتے کو شکاری آدمی نے چھوڑا ہو یہ دوسری شرط ہے اگر خود بخود کتے نے شکار کو پکڑ کر حاضر کیا تو وہ حلال نہیں ہے۔

(۳) تیسری شرط یہ کہ کتے وغیرہ کو چھوڑتے وقت شکاری نے اللہ کا نام لیا ہو قصداً تسمیہ کو اگر چھوڑ دیا تو شکار حلال نہیں ہوگا۔

(۴) جس جانور یا پرندہ کے ذریعہ سے شکار کیا جاتا ہے وہ معلم ہو غیر معلم کا شکار ذبح کے بغیر حرام ہے۔

(۵) تعلیم یافتہ کتے نے بھی اگر شکار کرنے کے بعد شکار کو کھالیا تو مابقیہ کا استعمال کرنا آدمی کے لئے حرام ہے۔

(۶) تعلیم یافتہ کتے کے شکار کے حلال ہونے کے لئے چھٹی شرط یہ ہے کہ کتے نے

شکار میں زخم لگا یا ہو اگر بغیر زخم کے شکار مر جائے تو اس کا استعمال حرام ہے۔

(۷) اگر شکار گم ہو جائے اور سڑنے سے پہلے مل جائے تو اس کا کھانا حلال ہے اور اگر سڑ جائے یا پانی میں گر کر غرق ہو جائے اور مر جائے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

کتا جیسا نجس جانور جب تعلیم یافتہ (شکار پکڑنے والا) ہو جاتا ہے تو اس کا پکڑا ہوا شکار حلال ہو جاتا ہے تو اس سے تعلیم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ جب دنیوی تعلیم کی یہ اہمیت ہے تو دینی تعلیم کا مقام تو بہت اعلیٰ اور افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۶) علماء کی پہچان

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَـكُمۡ تَفَسَّحُوۡا فِى الۡمَجٰلِسِ فَافۡسَحُوۡا
يَفۡسَحِ اللّٰهُ لَـكُمۡ‌ ۚ وَاِذَا قِيۡلَ انْشُزُوۡا فَانْشُزُوۡا يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا
مِنۡكُمۡ ۙ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ○

(المجادلہ-۱۱)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ
الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں جگہ کشادہ کردو تو جگہ کھول دیا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کردے گا اور جب تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہوجاؤ تو کھڑے ہوجایا کرو اللہ تعالیٰ تم میں جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے درجے بلند کردے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَيَاۡكُلُوۡنَ
اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ ؕ وَالَّذِيۡنَ
يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ (التوبہ۔۳۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! بے شک اہلِ کتاب کے اکثر علماء اور مشائخ لوگوں کے مال غیر مشروع طور پر کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس سونے چاندی کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اے پیغمبر آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے۔

علم کی اقسام:

(۱) مبادی (Source) (۲) مقاصد (Object)

قسم اول: جیسے علمِ لغت، علم صرف، علمِ نحو، علم معانی و بیان اور علمِ اشتقاق وغیرہ۔

قسم دوم: جیسے قرآن و احادیث، علومِ شرعیہ، احکام و عقائد وغیرہ۔

عالِم کون ہے؟

عالم کے معنی علم رکھنے والے اور جاننے والے کے ہیں لیکن شریعت میں اسی کو عالم کہا جائے گا جو مبادیات (Source) سے کماحقہ واقف ہو کر مقاصد (Object) یعنی قرآن و حدیث کا براہ راست علم رکھنے والا ہو۔ کوئی محض حافظ ہے یا قاری ہے یا عالم بھی ہے مگر مبادیات سے کماحقہ واقف نہیں ہے تو شرعی اصطلاح میں وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اس طرح کوئی اردو یا انگریزی زبانوں میں دینی کتابیں پڑھ کر خود کو عالم سمجھنے لگتا ہے یہ بھی ایک بڑی غلط فہمی ہے۔ عالم وہی ہے جو براہِ راست قرآن و حدیث سے استفادہ کر سکتا ہو۔

شرعی علوم دو (۲) قسم پر ہیں: اول وہبی، دوم کسبی۔

وہبی وہ علوم ہوتے ہیں کہ جن کے حصول میں انسان کے اکتساب کا دخل نہ ہو، یہ وہبی علوم پھر دو قسم پر ہیں: اول وہ کہ جو بغیر واسطہ بذریعہ وحی حاصل ہوجائیں یہ **علوم النبوۃ** ہیں۔

ثانی وہ کہ جو کمالِ اتباع نبی کی وجہ سے مل جائیں۔ یہ الہام وکشف وفراست پر مشتمل علوم ہوتے ہیں۔ الہام کے لئے علامات نہیں ہاں کشف وفراست کے لئے علامات ہوتی ہیں۔

دوسری قسم کسبی علوم ہیں۔ یہ کسب بشر سے بواسطہ بشر حاصل ہونے والے علوم ہیں جو **علوم الشرعیات** کہلاتے ہیں۔ اس میں ایک **علم الاحکام** ہے جس سے مقبول اور غیر مقبول میں امتیاز ہوتا ہے۔ اگر قبولیت ظاہر سے متعلق ہوتو یہ **علم الفقہ** ہے اور اگر باطن سے متعلق ہوتو یہ **علم التصوف** ہے، تو علمِ تصوف بھی علومِ کسبیہ میں داخل ہے۔

پھر جو اشیاء فرض ہیں ان کا علم بھی فرض ہے، جو سنت ہیں ان کا علم بھی سنت ہے، جو اعمال واجب ہیں ان کا علم بھی واجب ہے، جو اشیاء حرام ہیں ان کا علم فرض ہے، جو مکروہِ تحریمی ہیں ان کا علم واجب ہے، جو مکروہِ تنزیہی ہیں ان کا علم سنت ہے۔

باقی دینی امور کا ماہر ایک بڑے عالمِ دین کا وجود علاقے میں ضروری ہے،

یعنی جید عالمِ دین کا علاقہ میں ہونا فرضِ کفایہ ہے۔ اگر سب لوگوں نے اس ضرورت کو نظر انداز کیا تو سب کے سب گنہگار ہو جائیں گے۔ درجۂ فرض سے آگے بڑھ کر علوم میں کمال پیدا کرنا مستحب ہے۔

علماء کی قسمیں:

(۱) عَنِ الْاَحْوَصِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ النَّبِیَّ ﷺ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْاَلُوْنِیْ عَنِ الشَّرِّ وَسَلُوْنِیْ عَنِ الْخَیْرِ یَقُوْلُهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَآءِ وَاِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خِیَارُ الْعُلَمَآءِ (دارمی)

ترجمہ: حضرت احوص بن حکیمؓ اپنے والد سے روایت ہے کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برائی کے بارے میں سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے برائی کے بارے میں مت پوچھو بلکہ بھلائی کے بارے میں سوال کرو۔ اور ان جملوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار دہرایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار! بدلوگوں میں بدترین برے علماء ہیں اور بھلے لوگوں میں سب سے بہتر بھلے علماء ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ تمام برے لوگوں میں بدترین برے علماء ہیں اور تمام بھلے لوگوں میں بہترین اچھے علماء ہیں کیونکہ اگر علماء بہتر ہوں گے تو عوام بھی ان کی تقلید میں اعلیٰ مثالیں قائم کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر وہ برے ہوں گے تو ان کی شر اور برائی متعدی ہوگی۔ علماء کی بدی اور ان کی

بھلائی متعدی ہوتی ہے کیونکہ معاشرے میں علماء کی ذات معیاری نمونہ اور کسوٹی کی حیثیت رکھتی ہے۔ ابنِ مبارکؒ نے کیا خوب فرمایا ؎

وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

(دین میں بگاڑ آتا ہے تو امراء اور علمائے سوء اور برے مشائخ کی وجہ سے آتا ہے)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ علماء کی دو قسمیں ہیں:

۱) علمائے خیر (علمائے حق، علمائے ربانی، علمائے آخرت)

۲) علمائے شر (علمائے سوء، علمائے سلطانی، علمائے دنیا)

علمائے حق اور علمائے سوء کی پہچان کے تعلق سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے احادیث میں جو فرمایا ہے ان شاء اللہ وہ پیش کیا جائے گا۔

(۲) عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ اللهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ مَكْحُوْلٍ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ رَجُلَانِ وَقَالَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ اِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا وَسَرَدَ الْحَدِيْثَ اِلٰى اٰخِرِهٖ

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جس میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم تھا۔(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ میری فضیلت اس شخص پر جو تم میں سے ادنیٰ درجہ کا ہو۔ پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور پانی میں مچھلیاں اس شخص کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی (یعنی علمِ دین) سکھاتا ہے۔ترمذی اور دارمی نے اس روایت کو مکحول سے مرسل طریقہ پر نقل ہے جس میں لفظ رجلان کا ذکر نہیں ہے۔ اور کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی مجھے تمہارے ادنیٰ آدمی پر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت پڑھی: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (ترجمہ: خدا کے بندوں میں علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں) اور پھر پوری حدیث آخر تک اسی طرح بیان ہے۔

ایک ادنیٰ شخص پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو فضیلت ہے ہم اندازہ نہیں کر سکتے، یقیناً بے انتہاء فضیلت ہے۔ جو عالمِ دین لوگوں کو خیر کی (دین کی) باتیں سکھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے، فرشتے اور زمین و آسمان کی ساری مخلوقات، چرند پرند، پانی میں کی مچھلیاں اور بلوں کی چیونٹیاں تک اس کے لئے

دعائے خیر کرتی ہیں۔ کیونکہ کائنات کی بقاء دین کی بقاء سے وابستہ ہے اور دینِ اسلام کی بقاء، علم اور علماء کی بقاء سے وابستہ ہے۔ اگر دین نہیں رہے گا تو کائنات کا وجود بھی نہیں رہے گا۔

اس سے قبل مجلس میں فضائلِ علم کی حدیث آپ کو سنائی گئی تھی جس میں یہ مضمون تھا کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کوئی راستہ چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا راستہ چلاتے ہیں اور فرشتے اس کے لئے اپنی رضا کے پر بچھاتے ہیں۔ عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جیسی چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر۔ علمائے کرام انبیاءؑ کے وارثین ہیں۔ انبیاءؑ درہم و دینار نہیں چھوڑتے، ان کا ورثہ علم ہے، جس نے دین کا علم حاصل کیا اس نے کامل حصہ پایا۔

وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ: وارث وہ ہوتا ہے جو مورث کے تمام اموال اور جائیداد میں حصہ دار ہوتا ہے۔ اگر صرف ایک چیز میں حصہ دار ہے تو وہ وارث نہیں بلکہ قرض خواہ اور دائن ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وارث وہ علماء ہوں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاقیات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معاملات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علوم و امانات و دیانات و معاشیات و معاشرات کے جامع ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت و جہاد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عبادات و ریاضات کے امین ہوں گے۔ صرف ایک شعبہ کے پیچھے پڑنے والا وارث نہیں ہوسکتا۔ معلوم ہوا کہ علماء سے یہاں مراد عالم بامر اللہ اور عالم باللہ ہیں۔

(۳) عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ رَجُلَیْنِ کَانَا فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَحَدُھُمَا کَانَ عَالِمًا یُصَلِّی الْمَکْتُوْبَۃَ ثُمَّ یَجْلِسُ فَیُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ وَالْاٰخَرُ یَصُوْمُ النَّہَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ اَیُّھُمَا اَفْضَلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَضْلُ ھٰذَا الْعَالِمِ الَّذِیْ یُصَلِّی الْمَکْتُوْبَۃَ ثُمَّ یَجْلِسُ فَیُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ عَلَی الْعَابِدِ الَّذِیْ یَصُوْمُ النَّہَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ (دارمی)

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ سے مرسل روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں سوال کیا گیا، ان میں سے ایک تو عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا تھا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو علم سکھاتا تھا۔ اور دوسرا شخص وہ تھا جو دن کو تو روزے رکھتا تھا اور تمام رات عبادت کیا کرتا تھا۔ (چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا گیا) کہ ان دونوں میں بہتر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس عالم کو جو فرض نماز پڑھتا ہے اور بیٹھ کر لوگوں کو علم سکھاتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات میں عبادت کرتا ہے ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی کہ مجھے تمہارے ایک ادنیٰ آدمی پر ہے۔

(۴) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِیْہُ فِی الدِّیْنِ اِنْ اُحْتِیْجَ اِلَیْہِ نَفَعَ وَاِنْ اُسْتُغْنِیَ عَنْہُ اَغْنٰی نَفْسَہٗ (رزین)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

بہتر شخص وہ ہے جو دین کی سمجھ رکھتا ہو۔ اگر اس کے پاس کوئی حاجت لائی گئی تو اس نے نفع پہنچایا اور اگر اس سے بے پروائی برتی گئی تو اس نے (بھی) اپنے نفس کو بے پرواہ رکھا۔

(۵) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ اَمَّا هٰؤُلَآءِ فَيَدْعُوْنَ اللهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَاِنْ شَآءَ اَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَآءَ مَنَعَهُمْ وَاَمَّا هٰؤُلَآءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ اَوِ الْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِمْ (دارمی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گزر دو (۲) مجلسوں پر ہوا، جو مسجدِ نبوی میں منعقد تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا دونوں بھلائی پر ہیں لیکن ان میں سے ایک (نیکی میں) دوسرے سے بہتر ہے۔ ایک جماعت عبادت میں مصروف ہے، خدا سے دعا کر رہی ہے اور اس سے اپنی رغبت کا اظہار کر رہی ہے (یعنی حصولِ مقصد کے لئے خدا کی طرف امیدوار ہے اور حصولِ مقصد رضائے الٰہی پر موقوف ہے) لہٰذا اگر خدا چاہے تو انہیں دے اور چاہے نہ دے۔ اور دوسری جماعت فقہ یا علم حاصل کر رہی ہے اور جاہلوں کو علم سکھا رہی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ بہتر ہیں اور میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود بھی ان میں بیٹھ گئے۔

(۶) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ تَدْرُوْنَ مَنْ اَجْوَدُ جُوْدًا قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَللّٰهُ اَجْوَدُ جُوْدًا ثُمَّ اَنَا اَجْوَدُ بَنِيْ اٰدَمَ وَاَجْوَدُهُمْ مِنْ بَعْدِيْ رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَمِيْرًا وَحْدَهٗ اَوْ قَالَ اُمَّةً وَاحِدَةً (بیہقی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ سخاوت کے معاملے میں سب سے بڑا سخی کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا سخاوت کرنے میں اللہ تعالیٰ سب سے بڑا سخی ہے اور بنی آدم میں سب سے بڑا سخی میں ہوں، پھر لوگوں میں میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہوگا جس نے علم سیکھا اور اسے پھیلایا، وہ شخص قیامت کے دن ایک ''امیر'' یا فرمایا کہ ''ایک گروہ کی طرح آئے گا''۔

(۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وُزِنَ حِبْرُ الْعُلَمَاءِ بِدَمِ الشُّهَدَاءِ فَرَجَحَ عَلَيْهِ (کنز العمال۔ ۲۸۷۱۴)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن علماء کی (لکھی ہوئی کتابوں کی) سیاہی اور شہداء کا خون تولا جائے گا تو سیاہی کا پلہ (جھک جائے گا) یعنی بھاری ہوجائے گا۔

(۸) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَالِمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ خَيْرٌ مِنْ

اَلْفِ عَابِدٍ (کنز العمال۔ ۲۸۷۲۳)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عالم جو اپنے علم سے نفع پہنچا رہا ہے ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔

(۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم مُجَالِسَةُ الْعُلَمَاءِ عِبَادَةٌ (کنز العمال۔ ۲۸۷۵۶)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علماء کی مجالس کی حاضری عبادت ہے۔

(۱۰) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَوَّلُ مَنْ يَّشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ (کنز العمال۔ ۲۸۷۷۰)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن پہلے انبیاءؑ شفاعت کریں گے پھر علماء کریں گے اور پھر اس کے بعد شہداء۔

(۱۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَعَلَّمَ لِلّٰہِ وَعَلَّمَ لِلّٰہِ كُتِبَ فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمَاوَاتِ عَظِيْمًا (کنز العمال۔ ۲۸۸۵۰)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے علم حاصل کیا اور اللہ کے لئے دوسروں کو سکھایا، آسمانوں کی دنیا میں اس کو عظیم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(۱۲) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَآءَ اَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ اَوْ يَصْرِفَ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے علمِ دین کو اس غرض سے حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ علماء پر فخر کرے، بیوقوفوں سے جھگڑے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔

(۱۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِيْ رِيْحَهَا (احمد، ابوداود، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اس علم کو جس سے اللہ کی رضا طلب کی جاتی ہے اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس کے ذریعہ دنیا کی متاع حاصل کرے تو قیامت کے دن اسے جنت کی خوشبو بھی میسر نہیں ہوگی۔

(۱۴) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهٗ ثُمَّ كَتَمَهٗ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ

(احمد، ابوداود، ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے علم کی کوئی ایسی بات پوچھی گئی جو اسے معلوم تھی مگر اس نے چھپایا (یعنی نہیں بتایا) تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔

(۱۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلُ عِلْمٍ لَا یُنْتَفَعُ بِهٖ كَمَثَلِ كَنْزٍ لَا یُنْفَقُ مِنْهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (احمد، دارمی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس علم کی مثال جس سے نفع نہ اٹھایا جائے (یعنی نہ دوسروں کو پڑھایا جائے اور نہ ہی اس پر عمل کیا جائے) اس خزانہ کی مانند ہے جس میں سے خدا کی راہ میں کچھ بھی خرچ نہ کیا جائے۔

(۱۶) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یُوْشِكُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰی عُلَمَآؤُهُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِیْهِمْ تَعُوْدُ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اسلام کا صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف اس کے نقوش باقی رہ جائیں گے۔ ان کی مسجدیں (بظاہر) تو آباد ہوں گی مگر حقیقت میں یہ ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے

نیچے کی مخلوق میں سب سے بدتر ہوں گے۔ انہی سے (ظالموں کی حمایت ومدد کی وجہ سے) دین میں فتنہ پیدا ہوگا اور انہی میں لوٹ آئے گا (یعنی انہی پر ظالم مسلط کردیئے جائیں گے)۔

(۱۷) عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا فَقَالَ ذٰلِكَ عِنْدَ اَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَ كَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَاُ الْقُرْآنَ وَنُقْرِئُهُ اَبْنَآءَنَا وَيُقْرِئُهُ اَبْنَآءُنَا اَبْنَآءَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ زِيَادُ اِنْ كُنْتُ لَاَرَاكَ مِنْ اَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِيْنَةِ اَوَلَيْسَ هٰذَا الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَاُوْنَ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ لَا يَعْمَلُوْنَ بِشَيْءٍ مِّمَّا فِيْهِمَا (احمد، ابنِ ماجہ، ترمذی، دارمی)

ترجمہ: حضرت زیاد بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی چیز (یعنی فتنہ اور ابتلاء) کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا کہ یہ اس وقت ہوگا جب کہ علم جاتا رہے گا۔ (یہ سن کر) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! علم کس طرح جاتا رہے گا؟ حالانکہ ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائیں گے، ہمارے بچے اپنے بچوں کو پڑھائیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زیاد! تمہیں تمہاری ماں گم کرے، میں تو تمہیں مدینہ کے لوگوں میں بڑا سمجھدار سمجھتا تھا، کیا یہود و نصاریٰ تورات اور انجیل کو نہیں پڑھتے ہیں؟ لیکن ان کی کتابوں کے اندر جو احکام ہیں ان پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے۔

(۱۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَعَوَّذُوْا بِاللهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ قَالَ وَادٍ فِیْ جَهَنَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ کُلَّ یَوْمٍ اَرْبَعَمِائَةَ مَرَّةٍ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَنْ یَدْخُلُهَا قَالَ اَلْقُرَّاءُ الْمُرَاؤُنَ بِاَعْمَالِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ کَذَا ابْنُ مَاجَه وَزَادَ فِیْهِ وَاِنَّ مِنْ اَبْغَضِ الْقُرَّاءِ اِلَی اللهِ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ یَزُوْرُوْنَ الْاُمَرَاءَ قَالَ الْمُحَارِبِیُّ یَعْنِی الْجَوَرَةَ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہؓ کو مخاطب کرکے) ارشاد فرمایا کہ تم اللہ سے پناہ مانگو جُب الحزن (یعنی غم کے کنویں) سے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! غم کا کنواں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخ میں ایک نالہ ہے جس سے دوزخ دن میں چارسو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ قرآن پڑھنے والے جو اپنے اعمال دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔ اور ابنِ ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ’’خدا کے نزدیک مبغوض ترین قاری ہیں جو سرداروں سے ملاقات کرتے ہیں‘‘۔ اس حدیث کے راوی محاربی نے کہا کہ سرداروں سے مراد ظالم سردار ہیں۔

(۱۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَتَهٗ فَعَرَفَهَا

فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتّٰى اُسْتُشْهِدْتُّ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُقَالَ جَرِيْئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَاْتُ فِيكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ اِنَّكَ عَالِمٌ وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ اَنْ يُنْفَقَ فِيهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَّادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ

(مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن پہلا شخص جس پر (خلوصِ نیت کو ترک کردینے کا) حکم لگایا جائے گا وہ ہوگا جسے دنیا میں شہید کردیا گیا تھا۔ چنانچہ (میدانِ حشر میں) وہ پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی (دی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آجائیں گی، پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا کام کیا؟ یعنی اللہ تعالیٰ

اسے اپنی نعمتیں جتا کر الزاماً فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکرانے میں کیا اعمال کئے؟ وہ کہے گا کہ میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے کیونکہ تو اس لئے لڑا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے، چنانچہ تجھے بہادر کہا گیا (اور تیرا اصل مقصد مخلوق سے حاصل ہو گیا) اب مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل کھینچا جائے یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ دوسرا شخص وہ ہو گا جس نے دین کا علم حاصل کیا، دوسروں کو تعلیم دی اور قرآن مجید کو پڑھا چنانچہ اسے بھی خدا کے حضور میں لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی عطا کی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آ جائیں گی، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا اعمال کئے؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور تیرے ہی لئے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے، تو نے علم محض اس لئے حاصل کیا تھا تا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا تھا تا کہ تجھے لوگ قاری کہیں۔ چنانچہ تجھے (عالم، قاری) کہا گیا، پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل کھینچا جائے یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ تیسرا شخص وہ ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے معیشت میں وسعت دی اور ہر قسم کا مال عطا فرمایا۔ اسے بھی خدا کے حضور میں لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی عطا کی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آ جائیں گی، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا اعمال کئے؟ وہ کہے گا کہ میں نے

کوئی ایسی راہ نہیں چھوڑی جس میں تو خرچ کرنا پسند کرتا ہو اور تیری خوشنودی کے لئے میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے، تو نے خرچ اس لئے کیا تا کہ تجھے سخی کہا جائے اور تجھے (سخی) کہا گیا، پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل کھینچا جائے یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(۲۰) عَنْ سُفْيَانَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِكَعْبٍ مَنْ اَرْبَابُ الْعِلْمِ قَالَ اَلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِمَا يَعْلَمُوْنَ قَالَ فَمَا اَخْرَجَ الْعِلْمَ مِنْ قُلُوْبِ الْعُلَمَاءِ قَالَ اَلطَّمَعُ (دارمی)

ترجمہ: حضرت سفیانؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت کعبؓ سے فرمایا کہ (تمہارے نزدیک) صاحبِ علم کون ہیں؟ حضرت کعبؓ نے جواب دیا ''وہ لوگ جو اپنے علم کے موافق عمل کریں''۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کونسی چیز عالموں کے دل سے علم کو نکال دیتی ہے؟ حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ وہ لالچ (دنیا کی حرص وطمع) ہے۔

(۲۱) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوْهُ عِنْدَ اَهْلِهٖ لَسَادُوْا بِهٖ اَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلٰكِنَّهُمْ بَذَلُوْهُ لِاَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوْا بِهٖ مِنْ دُنْيَاهُمْ فَهَانُوْا عَلَيْهِمْ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ اَحْوَالُ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللهُ فِيْ اَيِّ

اَوۡدِیَتِهَا هَلَكَ (ابنِ ماجہ،شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر اہلِ علم (یعنی علماء) علم کی حفاظت کریں اور علم کو اس کے اہل ہی (یعنی قدردانوں) کے حوالے کریں تو وہ بے شک اپنے علم کے سبب دنیا والوں کے سردار بن جائیں گے لیکن (علماء نے ایسا نہیں کیا بلکہ) انہوں نے علم کو دنیاداروں پر خرچ کیا تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنی دنیا (یعنی جاہ وجلال) کو حاصل کریں (اور علم کا حقیقی مقصد یعنی دنیا والوں کی ہدایت ونصیحت کو موقوف کریں) تو وہ دنیا والوں کی نظر میں ذلیل ہوگئے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے اپنے مقاصد میں صرف ایک ہی مقصد یعنی آخرت کے مقصد کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی مقصد کو پورا فرما دیتا ہے اور جس شخص کے مقاصد پراگندہ ہوں جیسے کہ دنیا کے حالات ہیں تو اللہ تعالیٰ کو پھر پرواہ نہیں ہوتی خواہ وہ کسی بھی جنگل (یعنی دنیا کی کسی بھی حالت) میں ہلاک ہو۔

(۲۲) عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ ﷺ اِنَّ اُنَاسًا مِنۡ اُمَّتِیۡ سَیَتَفَقَّهُوۡنَ فِی الدِّیۡنِ وَیَقۡرَءُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ یَقُوۡلُوۡنَ نَاۡتِی الۡاُمَرَآءَ فَنُصِیۡبُ مِنۡ دُنۡیَاهُمۡ وَنَعۡتَزِلُهُمۡ بِدِیۡنِنَا وَلَا یَکُوۡنُ ذٰلِكَ کَمَا لَا یُجۡتَنٰی مِنَ الۡقَتَادِ اِلَّا الشَّوۡكُ کَذٰلِكَ لَا یُجۡتَنٰی مِنۡ قُرۡبِهِمۡ اِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بۡنُ الصَّبَّاحِ کَاَنَّهٗ یَعۡنِی الۡخَطَایَا (ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں بہت سے لوگ دین میں سمجھ (یعنی دین کا علم) حاصل کریں گے اور قرآن مجید پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم امراء کے پاس جا کر ان کی دنیا اور (دولت) میں سے اپنا حصہ حاصل کریں گے اور اپنے دین کو ان سے یکسو رکھیں گے لیکن ایسا نہیں ہوتا (کہ دین و دنیا ایک ہی جگہ جمع ہو جائیں کیونکہ امراء کی صحبت میں بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے) جیسا کہ جس طرح خاردار درخت سے صرف کانٹا ہی حاصل ہو سکتا ہے اسی طرح امراء کی صحبت سے نہیں حاصل ہوتا مگر! حضرت محمد بن صباح کہتے ہیں کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مراد لفظ ''الا'' کے بعد خطا یا تھی۔

(۲۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا رَاَیْتَ الْعَالِمَ یُخَالِطُ السُّلْطَانَ مُخَالَطَةً کَثِیْرَةً فَاعْلَمْ اِنَّهٗ لَصٌّ (کنز العمال۔ ۲۸۹۷۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عالم کو تم دیکھو کہ وہ بادشاہ سے ملتا جلتا ہے تو جان لو کہ وہ دین کا چور ہے۔

(۲۴) عَنْ اَبِیْ بَرْزَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَثَلُ الْعَالِمِ الَّذِیْ یُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ وَیَنْسِیْ نَفْسَهٗ مَثَلُ الْفَتِیْلَةِ تُضِیْئُ لِلنَّاسِ وَتَحْرِقُ نَفْسَهَا (کنز العمال۔ ۲۸۹۷۵)

ترجمہ: حضرت ابو برزہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس عالم کی مثال جو لوگوں کو علم سکھاتا ہے اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اس

چراغ کی بتی کی طرح ہے جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے مگر اپنے آپ کو جلاتا ہے۔

(۲۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْهُ عِلْمُهٗ (کنز العمال۔ ۲۸۹۷۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم نے اس کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچایا۔

ہندوستان میں تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں نے حکومت کی اور سب سے شاندار حکومت مغلیہ خاندان کی تھی۔ بادشاہ جلال الدین اکبر کا دور توسیع حکومت میں مثالی تھا۔ افسوس کہ بادشاہ جلال الدین اکبر نہایت جاہل تھا۔ درباری علماء نے اسے گمراہ کر دیا۔ ان سب کا تذکرہ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ اکبر نے علمائے سوء کی وجہ سے ایک نیا دین ''دینِ الٰہی'' کے نام سے ایجاد کیا، جو دینِ اسلام کے بالکل مخالف تھا۔ حکومت کے زیرِ اثر یہ دین خوب پھیلتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ مجدد الف ثانیؒ کے ذریعہ اس کی روک تھام کا انتظام فرمایا۔ اکبر کا بیٹا جہانگیر آپ کا ارادت مند بن گیا اور اورنگ زیبؒ تو اسلام کے مثالی حکمران تھے۔ غرض کہنے کی بات یہ ہے کہ علماء معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ اکثر علماء، علمائے سوء ہی کے گروہ سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ یہ بات امام ربانیؒ نے

اپنے مکتوبات میں جگہ جگہ لکھی ہے، ہزاروں، لاکھوں میں ایک عالمِ ربانی ہوتا ہے۔

عالمِ ربانی اخلاص سے یعنی اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے علمِ دین کی تحصیل کرتا ہے، اللہ کی رضا اور آخرت کے اجر کے لئے عمل کرتا ہے اور جو بھی دین کی خدمت کرتا ہے اس کے پیشِ نظر صرف اللہ کی رضا اور آخرت کا اجر ہوتا ہے۔

پرکھنے کی کسوٹی:

کسی بھی عالم کو پرکھنے کی کسوٹی یہی ہے کہ وہ جو بھی علم وعمل اور دین کی خدمت کررہا ہے، دنیا کے لئے کررہا ہے یا اللہ کی رضا اور آخرت کا اجر حاصل کرنے کے لئے کررہا ہے۔ ہم آسانی سے پتہ کرسکتے ہیں کہ یہ عالمِ ربانی ہے یا عالمِ سوء۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں علمائے سوء سے بچ کر علمائے ربانی کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۷) محرم کے باگھ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ○ (التوبہ-۳۶)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ۔

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین ان میں چار مہینے ہیں ادب کے، یہی ہے سیدھا دین سو ان میں ظلم مت کرو اپنے اوپر اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ساتھ ہے ڈرنے والوں کے۔

یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتابِ الٰہی (یعنی احکامِ شرعیہ) میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے (اس روز سے اور) ان میں چار خاص

مہینے ادب کے ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) یہی (امر مذکور) دین مستقیم ہے (یعنی ان مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا بالتخصیص اشہر حرم ہونا اور بخلافِ عادت جاہلیت کے کبھی سال کے مہینوں کا عدد بڑھا دیتے، اور کبھی اشہر حرم کی تخصیص چھوڑ دیتے کہ یہ بد دینی ہے) سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے جو کہ موجب گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا (یعنی اس عادت جاہلیت کے موافق مت کرنا) اور ان مشرکین سے (جبکہ یہ اپنی کفریات کو جن میں یہ خاص عادت بھی آ گئی نہ چھوڑیں) سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب (مسلمانوں) سے (لڑنے کو ہر وقت تیار رہا کرتے ہیں) لڑتے ہیں، اور (اگر ان کی جمعیت اور سامان سے اندیشہ ہو تو) یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے (پس ایمان وتقویٰ کو اپنا شعار بنا رکھو اور کسی سے مت ڈرو۔ (معارف القرآن۔جلد چہارم)

محرم الحرام ہجری سال کا پہلا مہینہ ہے اور یہ حرمت والا مہینہ ہے جس میں نیک اعمال کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے اور برے اعمال کا وبال بھی دیگر مہینوں کی بنسبت زیادہ ہوتا ہے، مگر افسوس کہ مسلمان اس مہینہ کا کس طرح استقبال کرتے ہیں، سارے منکرات، شرک، بدعات وخرافات اس مہینہ کے شروع ہوتے ہی کرنے لگتے ہیں۔

ہجری سال:

حضرت عمرؓ اپنے عاملین کو تحریری احکامات بھیجتے مگر اس پر کوئی تاریخ درج

نہیں ہوتی اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کونسا خط اول کا ہے اور کونسا بعد کا۔لہٰذا انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے اپنی دشواری پیش کی۔اس پس منظر میں تاریخ کے تعین کا مسئلہ صحابہؓ کے درمیان پیش ہوا۔تاریخ کی ابتداء کہاں سے کی جائے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے؟ یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے؟ یا فتح مکہ سے؟ حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت ایک اہم اور انقلابی واقعہ ہے اسی سے تاریخ کی ابتداء کی جائے تو مناسب ہے۔حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ نے اس کو قبول کیا اور مسلمانوں کے سال کا آغاز ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا۔چونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہِ محرم میں ہجرت کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا گو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفر کے آخری ایام میں مکہ سے نکلے اور ربیع الاول کے شروع میں مدینہ پہنچے لہٰذا محرم سے سال کا آغاز کیا گیا۔

ہجرت:

ہجرتِ اسلامی زندگی کا ایک اہم مرحلہ تھا جو شخص ایمان لانے کے بعد ہجرت نہیں کرتا اس کا ایمان ہی مشکوک سمجھا جاتا تھا۔

(۱) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى

قَوۡمٍۭ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ‌ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ○ (التوبہ۔۷۲)

ترجمہ: بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت بھی کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا اور جن لوگوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور ان کی مدد کی یہ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اور رہے وہ لوگ جو ایمان تو لائے لیکن ابھی تک انہوں نے ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں ان کی رفاقت سے تمہیں کچھ کام نہیں ہاں اگر وہ تم سے دین کے بارے میں کبھی مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں جو ایسی ہو کہ اس کے اور تمہارے درمیان کوئی عہد و پیمان ہو اور اللہ کی نگاہ میں ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

(۲) اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَفّٰٮهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِيۡمَ كُنۡتُمۡ‌ؕ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا‌ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَـنَّمُ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ○ اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ حِيۡلَةً وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ سَبِيۡلًا ○ (النساء۔۹۸،۹۷)

ترجمہ: بے شک فرشتے جب ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جو ہجرت نہ کر کے اپنے حق میں برا کر رہے ہیں تو وہ فرشتے ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اس سرزمین میں بے بس تھے فرشتے جواب میں کہتے ہیں

کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کر کے وہاں چلے جاتے سوایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ دوزخ بہت ہی بری بازگشت ہے۔ مگر ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے واقعی ایسے بے بس ہوں کہ نہ تو وہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ وہ راستے سے واقف ہیں۔

اس آیت کی روشنی میں مسلمان جس مقام پر ہیں وہاں اگر اسلامی احکام پر عمل نہیں کر سکتے تو وہاں سے ہجرت کرنا فرض ہے۔ حدیث میں جو بات آئی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہوگئی ہے وہ صرف مدینہ کی طرف ہجرت کرنا ضروری نہیں رہا کیونکہ مکہ جو عرب کا مرکز تھا وہ خود دارالاسلام بن گیا۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ اب فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی لیکن جہاد اور نیت باقی ہے لہٰذا جب تم کو (جہاد کے لئے) بلایا جائے تو تم سب فوراً چلے جاؤ (کیونکہ نفیر عام کے موقع پر جہاد میں جانا فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی ہر ایک پر ضروری ہے)۔

''لَا هِجْرَةَ'' یعنی مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف جو خاص ہجرت فرض تھی اس کی فرضیت ختم ہوگئی کیونکہ اب مکہ مکرمہ دار اسلام بن گیا اب وہاں سے ہجرت کی ضرورت نہیں رہی البتہ دیگر دنیا سے ہجرت کا فریضہ اب بھی باقی ہے۔ یاد رکھو

ہجرت بھاگنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ بیوی بچوں کو محفوظ جگہ میں چھوڑ کر پھر پلٹنے کا نام ہجرت ہے (وَاَخۡرِجُوۡهُمۡ مِنۡ حَيۡثُ اَخۡرَجُوۡكُمۡ یعنی تم انہیں وہاں سے نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے) اللہ کا حکم ہے ہجرت کی تعریف اس طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لئے اور اپنی جان، مال اور ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے وطن مالوف کو ترک کرنے کا نام ہجرت ہے۔

ہجرت کیا ہے؟

(۱) عَنۡ فَضَالَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ اَلۡمُسۡلِمُ مَنۡ سَلِمَ الۡمُسۡلِمُوۡنَ مِنۡ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالۡمُؤۡمِنُ مَنۡ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمۡ وَاَمۡوَالِهِمۡ وَالۡمُجَاهِدُ مَنۡ جَاهَدَ نَفۡسَهُ فِيۡ طَاعَةِ اللّٰهِ وَالۡمُهَاجِرُ مَنۡ هَجَرَ الۡخَطَايَا وَالذُّنُوۡبَ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت فضالہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (کامل اور سچا) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان کی ایذا سے مسلمان محفوظ رہیں اور (پکا وصادق) مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو امن میں سمجھیں اور مجاہد وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت میں اپنے نفس سے جہاد کیا اور مہاجر وہ ہے جس نے تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں کو ترک کر دیا۔

ایک ہجرت ظاہری ہے جو دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے دوسری باطنی ہجرت ہے جو تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں کو چھوڑنے کا

نام ہے۔محرم کا مہینہ ہجری سال کا پہلا مہینہ ہے جو ہجرت کی یاد دلاتا ہے کہ ہم تمام گناہوں سے باز آجائیں مگر یہاں تو تمام منکرات کھل کر بڑے پیمانے پر کئے جاتے ہیں۔جو عمل شریعت سے ثابت ہے وہ صرف عاشورہ کا روزہ رکھنا ہے اور بس۔

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِىْ تَصُوْمُوْنَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ اَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ وَغَرَّقَ فِرْعُوْنَ وَقَوْمَهٗ فَصَامَهٗ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو یومِ عاشوراء (۱۰،محرم) کا روزہ رکھتے دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت کیا (تمہاری مذہبی روایات میں) یہ کیا خاص دن ہے (اور اس کی خصوصیت واہمیت ہے) کہ تم اس کا روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ بڑی عظمت والا دن ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کیا تھا تو موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے شکر میں اس دن کا روزہ رکھا تھا اس لئے ہم بھی (ان کی پیروی میں) اس دن روزہ رکھتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا کہ اللہ کے پیغمبر موسیٰؑ سے ہمارا تعلق تم سے زیادہ ہے اور ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی عاشوراء کا روزہ رکھا اور امت کو بھی اس دن کے روزے کا حکم دیا۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حِيْنَ صِيَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ يَوْمٌ يُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَاْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یومِ عاشوراء میں روزہ رکھنے کو اپنا اصول و معمول بنالیا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس دن کو تو یہود و نصاریٰ بڑے دن کی حیثیت سے مناتے ہیں (اور یہ گویا ان کا قومی و مذہبی شعار ہے اور خاص اس دن ہمارے روزہ رکھنے سے ان کے ساتھ اشتراک اور تشابہ ہوتا ہے، تو کیا اس میں کوئی ایسی تبدیلی ہوسکتی ہے جس کے بعد یہ اشتراک اور تشابہ والی بات باقی نہ رہے)؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ! جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں کو روزہ رکھیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: لیکن اگلے سال کا ماہِ محرم آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات واقع ہوگئی۔

کسی بھی قوم اور ملت کے اعمال اور شعائر سے مشابہت اختیار کرنے سے بچنا چاہئیے۔ جو شخص یومِ عاشوراء کا روزہ رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہئیے کہ دسویں محرم کے ساتھ نویں کا روزہ رکھے یا پھر دسویں محرم کے ساتھ گیارہویں کا روزہ رکھے۔

مسلمان کہلانے والی قوم کا حال:

محرم الحرام کا چاند نظر آتے ہی الاؤ میں کدالی ڈالی جاتی ہے تا کہ آگ کے الاؤ میں کودنے، طواف کرنے کا انتظام کیا جائے۔ شہر بھر میں مختلف قسم کے تعزیے، پنجے، شدّے اور تابوت بٹھائے جاتے ہیں۔ بعض مساجد میں بھی تعزیے اور پنجے بٹھائے جاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے:

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ○ (الجن۔۱۸)

ترجمہ: اور یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں سو ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔

ان کے بٹھانے اور سواری نکالنے کے مختلف دن مقرر ہیں۔ کسی کی سواری چھ (٦) محرم کو، کسی کی سات (٧) محرم، کسی کی آٹھ (٨) محرم تو کسی کی نو (٩) محرم کو تو کسی کی دس (١٠) محرم کو وغیرہ، غرض شروع مہینے سے لے کر 15 دن تک ایسے ہی خرافات میں لگے رہتے ہیں۔ ان تعزیوں کی سواری کے لئے جو شخص ہوتا ہے اسے سواری کا گھوڑا کہتے ہیں اور اسے حال آتی ہے۔ عجیب حرکتیں اور آوازیں کرتا ہے اور آگ میں کودتا ہے۔ دراصل اس کے نفس پر شیطان کا اثر ہوتا ہے جس کی وجہ

سے وہ آسانی سے آگ میں گھس جاتا ہے مگر یہی چیز عوام الناس میں اس کی عقیدت پیدا کرتی ہے۔

دوسرے کچھ عقیدت مند لوگ فقیر، بھڑنگ، باگھ، سدھی، وغیرہ بنتے ہیں اور خوب کھیل تماشے کرتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے لئے کھیل تماشے کا ذریعہ بن گئی ہے!

لوگ ان تعزیوں، پنجوں، شدوں کے آگے نذر ونیاز چڑھاتے ہیں، ان کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں، ان سے منتیں، مرادیں مانگتے ہیں۔ غرض جو معاملہ اللہ تعالیٰ سے رکھنا چاہیئے تھا ان کے سامنے کرتے ہیں! یہ سب کھلا ہوا شرک اور بدعات ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ ھَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهٗ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہیاج اسدی (تابعی) کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس کام پر مامور نہ کروں جس کام پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مامور کیا تھا؟ اور وہ کام یہ ہے کہ تم جو بھی تصویر دیکھو اسے چھوڑو نہیں بلکہ اسے مٹادو اور جس قبر کو بلند دیکھو اسے برابر کردو۔

تمثال، بت اور تصویر کو کہتے ہیں۔ تعزیے، پنجے اور شدے وغیرہ سب

تمثال ہی کی تعریف میں آتے ہیں۔

تعزیوں کی سواری ڈھول، باجے، تاشے، میوزک اور بڑی جم غفیر کے ساتھ نکلتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے رحمۃ للعالمین اور ھدی للعالمین بنا کر بھیجا ہے مگر مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں معازف ومزامیر (باجوں اور موسیقی کے آلات) کو مٹا دوں۔

اگر سواری رات میں نکلتی ہے تو آتش بازی بھی خوب دل کھول کر کی جاتی ہے جس کے لئے بے انتہاء روپئے خرچ کئے جاتے ہیں۔ اللہ کی صاف وارننگ ہے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل۔۲۷)

ترجمہ: بے شک مال کو بے موقع اڑانے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

غیر قوم کی مشابہت:

اکثر 4-3 سال میں محرم اور غیر مسلموں کی عید گنیش چترتھی قریب قریب تاریخوں میں آتی ہیں۔ ادھر ان کی گنیش کی مورتیاں بیٹھی ہوئی ہوتی ہیں اور ادھر تعزیے اور پنجے بیٹھے ہوتے ہیں۔ جو کام وہ لوگ مورتیوں کے سامنے کرتے ہیں وہی کام بلکہ اس سے بڑھ کر مسلمان تعزیوں اور پنجوں کے سامنے کرتے ہیں۔ غیر مسلم یہ کام کرتے ہیں تو یہ ان کا دین دھرم ہی ہے مگر محرم میں جو بھی ہو رہا ہے

ہمارے دین، قرآن، احادیث، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے اور صحابہؓ اور تابعینؒ سب کے طریقے کے خلاف ہورہا ہے۔شرک، بدعات، خرافات، اسراف، تبذیر، فحاشی کونسی چیز ہے جو تعزیوں اور پنجوں کے بٹھانے والے نہیں کرتے!

بعض لوگ اس مہینہ کو امام حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے غم کا مہینہ سمجھتے ہیں اور اس میں ماتم کرتے ہیں اور کوئی خوشی کے کام، شادی بیاہ وغیرہ نہیں کرتے۔ شریعت نے کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ غم کرنے کا حکم نہیں دیا ہے سوائے عورت کے کہ شوہر کے انتقال کے بعد چار مہینے اور دس دن عدت میں بیٹھنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام قسم کے شرک، بدعات، خرافات اور معاصی سے بچ کر صحیح دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۸) معازف ومزامیر (گانے بجانے کے آلات) کا حکم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ○ (لقمان-۵)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ۔

ترجمہ: اور آدمیوں میں سے بعض آدمی ایسا ہے جو ان باتوں کو خریدتا پھرتا ہے جو غافل کرنے والی ہیں تاکہ بے سوچے سمجھے اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کرے اور اس راہِ حق کا مذاق اڑائے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔

حضرت ابنِ عباسؓ اور حضرت ابنِ مسعودؓ دونوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے غناء اور باجے مراد ہیں۔

بزرگوں کے عرس وصندل، محرم اور شادی بیاہ وغیرہ میں گانے بجانے کا خاص طور پر رواج ہے۔

محرم میں نوبت، نقارے، تاشے اور مختلف باجے اور اب تو الیکٹرانک میوزک سب ہی استعمال کرکے خوشیاں منائی جاتی ہیں اور اس کو ایک عید کے طور پر منایا جارہا

ہے۔ ہمارا آج کا موضوع شریعت میں گانے بجانے کے آلات کا کیا حکم ہے؟

غناء ومزامیر کے احکام:

آیتِ مذکور میں چند صحابہ کرامؓ نے تو لَهْوَ الْحَدِيْث کی تفسیر گانے بجانے سے کی ہے اور دوسرے حضرات نے اگرچہ تفسیر عام قرار دی ہے، ہر ایسے کھیل کو جو اللہ سے غافل کرے لَهْوَ الْحَدِيْث فرمایا ہے، مگر ان کے نزدیک بھی گانا بجانا اس میں داخل ہے، اور قرآن کریم کی ایک دوسری آیت لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ میں امام ابوحنیفہؒ اور مجاہد اور محمد ابن الحنفیہ وغیرہ نے زُوْر کی تفسیر غناء (گانے بجانے) سے کی ہے، اور ابوداود اور ابنِ ماجہ نے سنن میں اور ابنِ حبان نے اپنی کتاب صحیح میں حضرت ابومالک اشعریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِيْ الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُعْزَفُ عَلٰى رُؤُوْسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ وَيَجْعَلُ اللّٰهُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ'' (میری امت کے کچھ لوگ شراب کو اس کا نام بدل کر پیئیں گے ان کے سامنے معازف ومزامیر کے ساتھ عورتوں کا گانا ہوگا اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں خسف کر دے گا (دھنسا دے گا) اور بعض کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور سور بنا دے گا)۔

اور حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوے اور طبلہ وسارنگی کو حرام کیا ہے اور فرمایا کہ ہر نشہ لانے

والی چیز حرام ہے۔ (رواہ الامام احمد وابوداود وابن ماجہ)

رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْئُ دِوَلاً وَالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنٰى صَدِیْقَهٗ وَاَقْصٰى اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِیْمَ الْقَوْمِ اَرْذَلُهُمْ وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِیْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَاٰیَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامِ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهٗ فَتَتَابَعَ بَعْضُهٗ بَعْضًا

(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب مالِ غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے اور جب لوگوں کی امانت کو مالِ غنیمت سمجھ لیا جائے اور جب زکوٰۃ کو ایک تاوان سمجھا جانے لگے اور جب علمِ دین کو دنیا طلبی کے لئے سیکھا جانے لگے اور جب مرد اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے، اور دوست کو اپنے قریب کرے اور باپ کو دور رکھے، اور مسجدوں میں شوروغل ہونے لگے اور قبیلہ کا سرداران کا فاسق بدکار بن جائے اور جب قوم کا سردار ان میں ارذل بدترین آدمی ہوجائے، اور جب شریر آدمیوں کی عزت ان کے شر کے

خوف سے کی جانے لگے، اور جب گانے والی عورتوں اور باجوں گاجوں کا رواج عام ہوجائے اور جب شرابیں پی جانے لگیں اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس وقت تم انتظار کرو ایک سرخ آندھی کا اور زلزلہ کا اور زمین خسف ہوجانے اور صورتیں مسخ ہوجانے کا اور قیامت کی ایسی نشانیوں کا جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جائے اور اس کے دانے بیک وقت بکھر جاتے ہیں۔

اس حدیث کے الفاظ کو بار بار پڑھیئے اور دیکھیئے کہ اس وقت کی دنیا کا پورا پورا نقشہ ہے اور وہ گناہ جو مسلمانوں میں عام ہوچکے ہیں اور بڑھتے جارہے ہیں ان کی خبر چودہ سو برس پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دے دی ہے، اور مسلمانوں کو اس پر متنبہ کیا ہے کہ ایسے حالات سے باخبر رہیں اور گناہوں سے بچنے بچانے کا پورا اہتمام کریں ورنہ جب یہ گناہ عام ہوجائیں گے تو ایسے گناہ کرنے والوں پر آسمانی عذاب نازل ہوں گے اور پھر قیامت کی آخری علامات سامنے آجائیں گی۔ ان گناہوں میں سے عورتوں کا گانا اور گانے بجانے کے آلات طبلہ، سارنگی وغیرہ بھی ہیں۔ اس جگہ اس روایت کو اسی مناسبت سے نقل کیا گیا ہے۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ○ (بنی اسرائیل۔ ۶۴)

ترجمہ: اور اولادِ آدم میں سے جس جس کو تو اپنی جگہ سے ہلا سکے اس کو اپنی آواز (یعنی وسوسہ) سے ہلا دیجئو اوران پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا لائیو اوران کے مال اوران کی اولاد میں شریک ہوجائیو اوران سے غلط سلط وعدے کیجئو اور شیطان اولادِ آدم سے جو بھی وعدہ کرتا ہے وہ صرف فریب ہی فریب ہے۔

گانے بجانے کی آواز کو شیطان کی آواز کہا گیا ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اللهَ بَعَثَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ وَحَلَفَ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِعِزَّتِیْ لَا یَشْرَبُ عَبْدٌ مِنْ عَبِیْدِیْ جُرْعَةً مِنْ خَمْرٍ اِلَّا سَقَیْتُهٗ مِنَ الصَّدِیْدِ مِثْلَهَا وَلَا یَتْرُکُهَا مِنْ مَخَافَتِیْ اِلَّا سَقَیْتُهٗ مِنْ حِیَاضِ الْقُدُسِ (احمد)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پوری دنیا کے لئے رحمت اور تمام عالم کے لئے ہادی بنا کر بھیجا ہے اور میرے بزرگ و برتر خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں باجوں، مزامیر، بتوں، صلیب اور زمانۂ جاہلیت (یعنی حالتِ کفر) کے تمام رسوم و عادات کو مٹادوں اور میرے بزرگ و برتر خدا نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے جو بھی بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پیئے گا میں اس کو (آخرت) میں اس کی بقدر دوزخیوں کی پیپ پلاؤں گا اور جو بندہ میرے خوف سے شراب پینا چھوڑ دے گا میں اس کو

(آخرت میں) پاک حوضوں (یعنی جنت کی نہروں) سے (شرابِ طہور) پلاؤں گا۔

المعازف: اس سے مراد وہ آلات ہیں جو ہاتھ سے بجائے جاتے ہیں، مثلاً باجے، ڈھول، ڈھولکی، نقارہ، تاشہ، طبلہ، طنبورہ، ستار، سارنگی اور اسی طرح دیگر آلاتِ غنا مراد ہیں۔ ''مزامیر'' اس سے مراد وہ آلات ہیں جو منہ سے بجائے جاتے ہیں، مثلاً چنگ رباب، شہنائی، بانسری اور اسی قسم کی اشیاء مراد ہیں۔ راگ کے ساتھ نغمہ سننا حرام ہے اور بغیر راگ سننا جائز ہے بشرطیکہ امارد اور نساء سے نہ ہو۔ ''الصلب'' صلیب سے عیسائیوں کا قومی نشان اور مقدس مذہبی اور ملی علامت مراد ہے جو آج کل ریڈ کراس کے نشان سے ہر جگہ عیاں ہے۔

(۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ راگ و گانا دل میں نفاق کو اس طرح اگاتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔

(۳) عَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِيْ طَرِيْقٍ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَنَاٰعَنِ الطَّرِيْقِ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ثُمَّ قَالَ لِيْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اِصْبَعَيْهِ مِنْ اُذُنَيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَسَمِعَ صَوْتَ يَرَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ وَ كُنْتُ اِذْ ذَاكَ صَغِيْرًا (احمد، ابوداود)

ترجمہ: حضرت نافع کہتے ہیں کہ میں حضرت ابنِ عمرؓ کے ساتھ راستہ میں تھا ایک جگہ حضرت ابنِ عمرؓ نے ''نے'' کی آواز سنی اور فوراً اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں نیز راستہ سے ہٹ کر دوسری طرف ہولئے پھر اس راستہ سے ہٹنے کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ نافع کیا تم بھی کچھ سن رہے ہو یعنی ''نے'' کی جو آواز آرہی تھی وہ اب بھی جاری ہے یا بند ہوگئی؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں سے نکال لیں اور پھر بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''نے'' کی آواز سنی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی یہی کیا جو اس وقت میں نے کیا ہے۔ حضرت نافع کہتے ہیں کہ اس وقت میں ایک چھوٹی عمر کا لڑکا تھا۔

''مزماراً'' بانسری کو مزمار کہتے ہیں جو بانس اور لکڑی سے بنایا جاتا ہے صحیح اور راجح یہی ہے کہ بانسری کا سننا سنانا حرام ہے روایات میں اس کو قضیب اور یراع بھی کہا گیا ہے جو بانس کے معنی میں ہے۔

''وناء'' یعنی قریب راستہ سے ہٹ کر دور چلے گئے اور کانوں میں انگلیاں ٹھوس دیں تا کہ بانسری کی آواز نہ سنے۔

''الصغیر'' یہ جملہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ حضرت ابنِ عمرؓ جب بانسری کی آواز سے اتنا اجتناب فرماتے ہیں کہ کانوں میں انگلیاں ڈال دیں اور راستے سے ہٹ کر دور چلے گئے تو نافع بانسری کی آواز کیوں سنتے رہے،

کیا ان کے لئے یہ سننا جائز تھا؟ اس کا جواب اس جملہ میں نافع نے خود دیا کہ میں اس وقت نابالغ بچہ تھا اس لئے مکلف نہیں تھا اب سوال اٹھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے حضرت ابنِ عمرؓ نے کیوں بانسری کی آواز سنی؟ تو اس کا جواب بھی وہی ہے کہ شاید حضرت ابنِ عمرؓ بھی اس وقت نابالغ ہوں گے۔ باقی کانوں میں انگلیاں ڈالنا احتیاط اور تقویٰ کی بنیاد پر ہے ورنہ بلاقصد کانوں میں آواز کا پڑ جانا قابلِ مواخذہ نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کے اختیار سے باہر ہے اور بانسری بجانے والا یہ شخص شاید یہودی تھا۔

بہرحال اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ آلاتِ لہوولعب اور طبل وسارنگی اور باجے کے ساتھ موسیقی سننا حرام ہے۔

دف بجانے اور پاکیزہ اشعار سننے کا حکم:

قرآن کی آیات اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں معازف ومزامیر کی حرمت بالکل دوٹوک طریقہ پر ثابت ہوگئی۔ ہاں عید اور شادی بیاہ کے موقع پر دف بجانے اور پاکیزہ اشعار جس کو سنانے والی عورت اور امرد نہ ہو جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۹) لعنت کے احکام

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا
بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○
اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَاَنَا
التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ
عَلَیْھِمْ لَعْنَةُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا
یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ○ (البقرہ-۱۵۹-۱۶۲)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ: بے شک جو لوگ ان مضامین کو چھپاتے ہیں جن کو ہم نے نازل کیا ہے اور ان کی حالت یہ ہے کہ وہ صاف وصریح ہیں اور صحیح راستہ دکھانے والے ہیں بعد اس کے کہ ہم ان مضامین کو کتاب میں لوگوں کے لئے خوب کھول کر بیان بھی کر چکے ہیں تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں۔ مگر ہاں وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور حق بات کو

صاف صاف بیان کر دیں تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں بکثرت توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربانی کرنے والا ہوں۔ بے شک جو لوگ کفر کرتے رہے اور کفر کی ہی حالت میں مر گئے تو ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی۔ یہ لوگ اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے ان پر سے نہ تو کسی وقت عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۔

جو لوگ اخفاء کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ (اپنی ذات میں) واضح ہیں اور (دوسروں کے لئے) ہادی ہیں (اور اخفاء بھی) اس (حالت) کے بعد کہ ہم ان (مضامین) کو کتاب (الٰہی توراۃ وانجیل) میں (نازل فرما کر) عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں (کہ اپنی رحمتِ خاصہ سے ان کو بعید کر دیتے ہیں) اور (دوسرے بہتیرے) لعنت کرنے والے بھی (جن کو اس فعل سے نفرت ہے) ان پر لعنت بھیجتے ہیں (کہ ان پر بددعاء کرتے ہیں ہاں) مگر جو لوگ (ان اخفاء کرنے والوں میں اپنی اس حرکت سے) توبہ (یعنی حق تعالیٰ کے روبرو گذشتہ سے معذرت) کر لیں اور (جو کچھ ان کے اس فعل سے خرابی ہوگئی تھی، آئندہ کے لئے اس کی) اصلاح کر دیں (اور اس اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ان اخفاء کئے ہوئے مضامین کو عام طور پر) ظاہر کر دیں (تاکہ سب کو اطلاع ہو جائے اور ان پر لوگوں کو گمراہ کرنے کا بار نہ رہے اور اظہارِ معتبر عندالشرع یہ ہے کہ اسلام کو قبول کر لیں، کیونکہ اسلام نہ لانے میں

نبوتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق عوام پر بھی حق مخفی رہے گا۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ اگر نبوت حق ہوتی تو یہ کتاب جاننے والے لوگ کیوں نہ ایمان لاتے، خلاصہ یہ کہ یہ لوگ مسلمان ہوجاویں) تو ایسے لوگوں (کے حال) پر میں (عنایت سے) متوجہ ہوجاتا ہوں (اوران کی خطا معاف کردیتا ہوں) اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کرلینا اور مہربانی فرمانا (کوئی توبہ کرنے والا ہونا چاہیئے) البتہ جو لوگ (ان میں سے) اسلام نہ لاویں، اوراسی حالتِ غیر اسلام پر مرجاویں ایسے لوگوں پر (وہ) لعنت (مذکورہ) اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں اور آدمیوں کی بھی سب کی (ایسے طور پر برسا کرے گی کہ) وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی (لعنت) میں رہیں گے (حاصل یہ کہ وہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوں گے اور ہمیشہ کا جہنم میں رہنے والا ہمیشہ ہی خدا کی خاص رحمت سے دور بھی رہے گا اور ہمیشہ ملعون رہنا یہی ہے اور ہمیشگی لعنت کے ساتھ یہ بھی ہے کہ داخل ہونے کے بعد کسی وقت) ان (پر) سے (جہنم کا) عذاب ہلکا (بھی) نہ ہونے پاوے گا اور نہ (داخل ہونے کے قبل) ان کو (کسی میعاد تک) مہلت دی جاوے گی (کیونکہ میعاد اس وقت دی جاتی ہے جب کہ مقدمہ میں گنجائش ہو اور گنجائش نہ ہونے پر اول ہی پیشی میں حکمِ سزا ہوجاتا ہے)۔

بعض گناہوں کا وبال ایسا ہوتا ہے کہ اس پر ساری مخلوق لعنت کرتی ہے:

وَيَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ میں قرآنِ کریم نے لعنت کرنے والوں کو متعین نہیں کیا کہ کون لوگ لعنت کرتے ہیں، امام تفسیر مجاہدؒ اور عکرمہؒ نے فرمایا کہ اس

عدمِ تعیین سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ دنیا کی ہر چیز اور ہر مخلوق ان پر لعنت کرتی ہے، یہاں تک کہ تمام جانور اور حشرات الارض بھی ان پر لعنت کرتے ہیں کیونکہ ان کی بداعمالی سے ان سب مخلوقات کو نقصان پہنچتا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللّٰعِنُوْنَ سے مراد تمام زمین پر چلنے والے جانور ہیں۔

(قرطبی بحوالۂ ابنِ ماجہ باسناد حسن)

کسی متعین شخص پر لعنت اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس کے کفر پر مرنے کا یقین نہ ہو:

وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ کے لفظ سے جصاص اور قرطبی وغیرہ نے یہ استنباط کیا ہے کہ جس کافر کے کفر کی حالت میں مرنے کا یقین نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں اور چونکہ ہمیں کسی شخص کے خاتمہ کا یقینی علم ہونے کا اب کوئی ذریعہ نہیں، اس لئے کسی کافر کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کافروں پر نام لے کر لعنت کی ہے آپؐ کو ان کی موت علی الکفر کا منجانب اللہ علم ہوگیا تھا، البتہ عام کافروں، ظالموں پر بغیر تعیین کے لعنت کرنا درست ہے۔

اس سے بھی واضح ہوگیا کہ جب لعنت کا معاملہ اتنا شدید ہے کہ کسی کافر پر بھی اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس کا یقین نہ ہو جائے کہ اس کی موت کفر ہی پر ہوئی ہے تو کسی مسلمان پر یا کسی جانور پر لعنت کیسے جائز ہوسکتی ہے، اور عوام

اس سے بالکل غفلت میں ہیں خصوصاً عورتیں کہ بات بات پر لعنت کے الفاظ اپنے متعلقین کے متعلق استعمال کرتی رہتی ہیں اور لعنت صرف لفظ لعنت ہی کے کہنے سے نہیں ہوتی بلکہ اس کے ہم معنی جو الفاظ ہیں وہ بھی لعنت ہی کے حکم میں ہیں۔ لعنت کے اصلی معنی خدا تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کے ہیں، اس لئے کسی کو مردود، راندۂ درگاہ، اللہ مارا وغیرہ کے الفاظ کہنا بھی لعنت ہی کے حکم میں ہیں۔

لعنت کے معنی کسی کو اللہ کی رحمت سے دور قرار دینا ہے یہ یا بطور خبر کے کہا جا رہا ہے یا بطور بددعا کے۔ خبر دینی ہو یا بددعا کرنا ہو دونوں کے لئے قرآن وحدیث کا حکم چاہیئے۔ قرآن وحدیث میں بعض اعمال کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ مثلاً لَعۡنَةُ اللهِ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ (کافروں پر اللہ کی لعنت ہے)، لَعۡنَةُ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ (ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے)۔ ایسے بہت سے اعمال اور اشخاص ہیں جو ملعون ہیں۔ اسی طرح احادیث میں بہت سے اعمال کرنے والوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے۔

(۱) عَنۡ اَبِي الطُّفَيۡلِ قَالَ سُئِلَ عَلِيٌّ هَلۡ خَصَّكُمۡ رَسُوۡلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِشَيۡءٍ فَقَالَ مَا خَصَّنَا بِشَيۡءٍ لَمۡ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ اِلَّا مَا فِيۡ قِرَابِ سَيۡفِيۡ هٰذَا فَاَخۡرَجَ صَحِيۡفَةً فِيۡنَا لَعَنَ اللهُ مَنۡ ذَبَحَ لِغَيۡرِ اللهِ وَلَعَنَ اللهُ مَنۡ سَرَقَ مَنَارَ الۡاَرۡضِ وَفِيۡ رِوَايَةٍ مَنۡ غَيَّرَ مَنَارَ الۡاَرۡضِ وَلَعَنَ اللهُ مَنۡ لَعَنَ وَالِدَهٗ وَلَعَنَ اللهُ مَنۡ اٰوٰى مُحۡدِثًا (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوالطفیل روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا کہئے کیا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام امت سے علیحدہ کچھ خاص خاص تعلیمات بھی دی ہیں، انہوں نے فرمایا (اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی فرق نہیں کیا) ہمیں کوئی بات ایسی نہیں بتائی جو عام لوگوں کو نہ بتائی ہو بجز ان چند امور کے جو میری اس تلوار کی میان میں لکھے ہوئے رکھے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ایک تحریر نکالی جن میں یہ احکام درج تھے۔ اللہ اس پر لعنت کرے جو غیر اللہ کی تقرب کی نیت سے جانور ذبح کرے، اللہ لعنت کرے اس پر جو کسی راستہ کے نشانات چرائے، اور ایک روایت میں ہے کہ ان کو ادھر ادھر کردے۔ اللہ لعنت کرے اس پر جو اپنے والد پر لعنت کرے اور اللہ لعنت کرے اس پر جو کسی بدعتی کو پناہ دے۔

اچھے لوگ کسی پر لعنت نہیں بھیجا کرتے ہیں:

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا یَنْبَغِیْ لِصِدِّیْقٍ اَنْ یَکُوْنَ لَعَّانًا (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدیق کے لئے یہ جائز (مناسب) نہیں ہے کہ وہ بہت زیادہ لعنت کرنے والا ہو۔

(۳) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ اللَّعَّانِیْنَ لَا یَکُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے

سنا کہ جو لوگ بہت زیادہ لعنت کیا کرتے ہیں وہ قیامت کے دن نہ گواہ بنائے جائیں گے اور نہ شفاعت کرسکیں گے۔

ایمان کے منافی افعال:

(۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ (ترمذی، شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (کامل) مومن نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے نہ لعن کرنے والا نہ فحش گوئی کرنے والا ہوتا ہے نہ زبان درازی کرنے والا۔

(۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جو بہت زیادہ لعنت کرنے والا اور لعنت کا عادی ہو۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اور کسی مومن کے لئے یہ موزوں نہیں ہے کہ وہ بہت زیادہ لعنت کرنے والا ہو۔

لعن طعن اور بددعا سے احتراز کرنا چاہئے:

(۶) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰہِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰہِ وَلَا بِجَهَنَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَلَا بِالنَّارِ (ترمذی، ابوداود)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے نہ تو اللہ کی لعنت کی بددعا کرو نہ اللہ کے غضب کی اور نہ جہنم میں جانے کی بددعا کرو، ایک روایت میں ہے کہ نہ آگ میں جانے کی بددعا کرو۔

غیر مستحق پر کی گئی لعنت لوٹ کر لعنت کرنے والے پر آ پڑتی ہے:

(۷) عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَیْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَۃُ اِلَی السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَھَا ثُمَّ یَھْبِطُ اِلَی الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُھَا دُوْنَھَا ثُمَّ تَاْخُذُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَی الَّذِیْ لَعَنَ فَاِنْ کَانَ لِذٰلِکَ اَھْلًا وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰی قَائِلِھَا (ابوداود)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی بندہ کسی چیز یعنی کسی انسان یا غیر انسان پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے اور آسمان کے دروازے اس لعنت پر بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ لعنت زمین کی طرف اتر کر آجاتی ہے تو زمین کے دروازے اس پر بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ لعنت دائیں بائیں طرف جانا چاہتی ہے (مگر ادھر سے بھی دھتکار دی جاتی ہے) چنانچہ جب وہ کسی طرف بھی راستہ نہیں پاتی تو اس چیز کی طرف متوجہ ہوتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہے یہاں تک کہ اگر وہ چیز اس لعنت کی

اہل وسزا وار ہوتی ہے تو اس پر واقع ہو جاتی ہے ورنہ اپنے کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

انسانوں کے علاوہ دیگر اشیاء پر بھی لعنت کرنا منع ہے:

(۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيحُ رِدَاءَهُ فَلَعَنَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا تَلْعَنْهَا فَإِنَّهَا مَأْمُوْرَةٌ وَإِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ (ترمذی، ابوداود)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن کا واقعہ ہے کہ) ایک شخص کی چادر ہوا میں اڑ گئی تو اس نے ہوا پر لعنت کی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہوا پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ تو حکم کے تابع ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو اس لعنت کے قابل نہ ہو تو وہ لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے۔

آپ لوگوں نے لعنت کے احکام سن لئے۔ سوائے ناگزیز حالت کے لعنت کرنے سے حتی الامکان بچنا چاہیئے۔ محتاط علماء نے یزید پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی زبان اور دل کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۰) خوشی اور غم کے آداب

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○
اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدہ۔۳)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ الۡکَرِیۡمُ وَنَحۡنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیۡنَ وَالشّٰکِرِیۡنَ۔

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے پسند کیا اسلام کو دین۔

اسلام ایک کامل اور مکمل ہی نہیں بلکہ اکمل نظامِ زندگی ہے۔ زندگی کے تمام مسائل، معاملات اور احوال کے تعلق سے ہدایات دی گئی ہیں اور آداب بتائے گئے ہیں۔ خوشی اور مسرت، غم اور سوگ کے تعلق سے بھی ہدایات دی گئی ہیں اور آداب بتائے گئے ہیں۔

انسان کی زندگی میں خوشی بھی آتی ہے اور غم بھی۔ خوشی بھی اللہ کے حکم سے آتی ہے اور غم بھی اللہ ہی کے حکم سے آتا ہے۔ ایک ایمان والے کا رویہ ان دونوں

کے تعلق سے کیا ہونا چاہیئے شریعت نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ہمارے سامنے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثالی نمونہ موجود ہے۔

خوشی کے آداب:

(۱) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اِنَّ اَبَابَکْرٍ دَخَلَ عَلَیْھَا وَعِنْدَھَا جَارِیَتَانِ فِیْ اَیَّامِ مِنًا تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ تُغَنِّیَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ یَوْمَ بُعَاثٍ وَالنَّبِیُّ ﷺ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِہٖ فَانْتَھَرَھُمَا اَبُوْبَکْرٍ فَکَشَفَ النَّبِیُّ ﷺ عَنْ وَجْھِہٖ فَقَالَ دَعْھُمَا یَا اَبَابَکْرٍ فَاِنَّھَا اَیَّامُ عِیْدٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَا اَبَابَکْرٍ اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَھٰذَا عِیْدُنَا (متفق علیہ)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایامِ منیٰ میں (یعنی جن دنوں حجاج منیٰ میں قیام کرتے ہیں اور جو ایامِ تشریق کہلاتے ہیں انہیں میں سے بقرعید کے دن یا اس کے بعد کے دنوں میں) حضرت ابوبکر صدیقؓ میرے پاس تشریف لائے جب کہ اس وقت میرے پاس (انصار کی لڑکیوں میں سے) دو چھوکریاں بیٹھی ہوئی دف بجا رہی تھیں۔ ایک دوسری روایت میں (ان الفاظ کے بجائے) یہ الفاظ ہیں کہ چھوکریاں (اشعار) گا رہی تھیں جو انصار نے بعاث (کی جنگ کے متعلق) کہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اس وقت) منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے (لیٹے) ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ ان چھوکریوں کو دھمکانے لگے (یعنی انہیں گانے بجانے سے منع فرمایا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا منہ کھولا اور فرمایا کہ ابوبکر انہیں چھوڑ دو (کچھ

نہ کہو) کیونکہ یہ عید (یعنی خوشی) کے دن ہیں۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے یہ ہماری عید ہے۔

''ایام منی'' یہ ایامِ تشریق اور منیٰ میں جمرات (شیاطین کو کنکریاں) مارنے کے ایام کا ذکر ہے کہ ان دنوں میں دو بچیاں دف بجا رہی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش تھے، صدیقِ اکبرؓ آئے اور ان کو ڈانٹا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چھوڑ دو یہ عید کے ایام ہیں۔

اب مسئلہ اس طرح ہے کہ ایک صرف زبان سے اشعار کا پڑھنا ہے وہ ایسا معاملہ ہے کہ اگر اشعار اچھے ہوں تو پڑھنا اچھا ہے اگر اگر اشعار قبیح ہیں تو پڑھنا قبیح ہے گویا اشعار باتوں کی طرح چیز ہے ''فحسنه حسن وقبيحه قبيح'' (اگر وہ اچھے ہیں تو پڑھنا اچھا اور اگر برے ہیں تو پڑھنا برا ہے) دوسرا اشعار کے ساتھ اگر باجے گاجے ہوں سارنگیاں ہوں بانسریاں ستار اور رباب ہو ہارمونیم اور میوزک ہوں تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''الغناء حرام فی الادیان کلها'' (موسیقی ہر دین میں حرام رہی ہے) ایک اور حدیث ہے ''الغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء البقل'' (گانا بجانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سبزہ پیدا کرتا ہے)۔

یہ دف عیدین کے مواقع میں اور ختنوں اور شادیوں اور ایامِ سرور میں جائز

ہے اگرچہ بچنا اس سے بھی بہتر ہے تاہم مباح ہے جیسا کہ یہاں ان بچیوں نے بجایا اور صدیقِ اکبرؓ نے سمجھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم متوجہ نہیں ہیں اس لئے ان کو ڈانٹا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عید کا تذکرہ فرمایا اور اجازت دے دی چونکہ یہاں سادہ دف تھا جس کی آواز بھی دف دف ہوتی ہے پھر چھوٹی بچیاں تھیں اور اشعار بھی جرأت و بہادری کا درس دینے والے تھے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع نہیں فرمایا اس پر بڑی عورتوں کا رقص و سرود اور باجے گاجے اور ڈانس کرنا قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے جس طرح اہلِ باطل قیاس کر کے ڈانس کے لئے جواز پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِیْنَةَ وَلَهُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْیَوْمَانِ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِیْهِمَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَیْرًا مِنْهُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ (ابوداود)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ نے دو (۲) دن مقرر کر رکھے تھے جن میں وہ لہو ولعب کرتے (اور خوشیاں مناتے) تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ یہ دو (۲) دن کیسے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان دونوں دنوں میں ہم زمانۂ جاہلیت میں کھیلا کودا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دونوں دنوں

کے بدلے ان سے بہتر دو (۲) دن مقرر کردیئے ہیں اور وہ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے دن ہیں۔

''فی الجاھلیۃ'' اسلام سے پہلے اہلِ مدینہ سال میں خوشی کے دو (۲) دن منایا کرتے تھے ایک دن کا نام نوروز تھا اور دوسرے کا مہرجان تھا۔ یہ فارس والوں کے ہاں عید اور خوشی منانے کے ایام تھے جس میں ہوا معتدل اور موسم خوشگوار ہوتا تھا۔ فارسیوں کے یہ ایام عرب میں بھی آ گئے اور انہوں نے بھی اس کو بطور عید منانا شروع کردیا جیسے آج کل ایران عراق اور شام وغیرہ بعض ممالک میں اس کا رواج موجود ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اہلِ مدینہ سے اس کی حقیقت کو جاننا چاہا تو انہوں نے صاف بتلا دیا، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں تم کو دو (۲) الگ دن خوشی منانے کے لئے دے دیئے ہیں۔ ایک عیدالفطر کا دن ہے دوسرا عیدالاضحیٰ ہے۔

اب کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ غیر مسلموں کی عیدوں میں شرکت کرے یا ان کو تحفہ دے یا ان کو مبارکباد پیش کرے کیونکہ اس سے غیر مسلموں کے تہوار کی تعظیم ہوجائے گی جو حرام ہے بلکہ کفر کا خطرہ ہے کیونکہ اگر کوئی مسلمان کافروں کے تہوار میں بطور تعظیم شریک ہوا تو وہ کافر ہوجائے گا اور اگر صرف کھیل کود کے طور پر شریک ہوتا ہے تو پھر بھی مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ اس سے کافروں سے مشابہت آتی ہے۔

فتاویٰ ذخیرہ میں لکھا ہے کہ جو شخص ہولی اور دیوالی دیکھنے کے لئے بطورِ خاص نکلتا ہے وہ حدودِ کفر کے قریب ہوجاتا ہے۔ نوادرالفتاویٰ میں لکھا ہے کہ جو شخص غیر مسلموں کی رسومات کو اچھا سمجھتا ہے وہ کافر ہوجاتا ہے۔

(۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تم نکاح کا اعلان کیا کرو۔ نکاح مسجد کے اندر کیا کرو اور نکاح کے وقت دف بجایا کرو۔

(۴) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبِ الْجُمَحِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدُّفُّ فِي النِّكَاحِ (احمد، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت محمد بن حاطب جمحیؒ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا حلال اور حرام کے درمیان فرق نکاح میں آواز اور دف بجانا ہے۔

غم کے آداب:

صاحبزادے کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا غم:

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَلٰى اَبِيْ سَيْفِ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا

رَسُوْلِ اللہِ ﷺ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاَنْتَ رَسُوْلَ اللہِ فَقَالَ یَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّہَا رَحْمَۃٌ ثُمَّ اَتْبَعَہَا بِاُخْرٰی فَقَالَ اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ ابوسیف لوہار کے گھر گئے جو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے دایہ کے شوہر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو (گود میں) لے کر بوسہ لیا اور سونگھا (یعنی اپنا منہ اور ناک ان کے منہ پر اس طرح رکھی جیسے کوئی خوشبو سونگھتا ہے) اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد ہم پھر ابوسیف کے یہاں گئے جب کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حالتِ نزع میں تھے چنانچہ (ان کی حالت دیکھ کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ رو رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے ابن عوف! (آنسوؤں کا بہنا) رحمت ہے۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے مگر اس کے باوجود ہماری زبانوں پر وہی الفاظ ہیں جن سے ہمارا پروردگار راضی رہے، اے ابراہیم رضی اللہ عنہ! ہم تیری جدائی سے بے شک غمگین ہیں۔

''ابی سیف'' ابوسیف کا نام بَرَاء تھا ان کی بیوی کا نام خولہ رضی اللہ عنہا تھا جو

حضرت ابراہیمؓ کی دایہ تھیں۔ ''القین'' یعنی ابوسیف کا ذاتی پیشہ لوہار کا تھا حضرت ابراہیمؓ ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے سولہ سترہ ماہ کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ ''وکان ظئرا'' یعنی ابوسیف ابراہیمؓ کی دایہ کے شوہر تھے شوہر ہونے کی نسبت سے ان کو بھی ظئر یعنی دایہ کہہ دیا۔

''یجود بنفسه'' روح کی سخاوت کر رہا تھا یعنی حالتِ نزع میں تھا جان کی بازی لگا رہا تھا۔

''وانت یارسول؟'' حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے خیال کیا کہ موت تو تقدیرِ الٰہی کے تحت آتی ہے عام لوگ تو ایسے مواقع میں روتے ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان کی وجہ سے اور کمالِ معرفت کی وجہ سے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اوپرا اور عجیب سمجھا اور فرمایا کہ یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بھی روتے ہیں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رحمت ہے یعنی میری آنکھیں بے صبری اور جزع فزع سے اشک بار نہیں ہیں بلکہ شفقت ورحمت کا نتیجہ ہے کیونکہ جو شخص سینہ میں پتھر نہیں بلکہ دل اور جگر رکھتا ہے تو شفقت ورحمت کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اس فرمان کے بعد آپ کی آنکھوں سے مزید آنسو گرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دل غمگین ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمادیا کہ ایسے مواقع میں جن کی آنکھوں سے آنسو جاری نہیں ہوتے وہ درحقیقت سینہ میں

دھڑکتا ہوا دل نہیں رکھتا بلکہ پتھر کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے ایسے احوال میں غمگین ہونا اہل کمال کے نزدیک کامل ہونے کی نشانی ہے اور اگر لختِ جگر آنکھوں کے سامنے دم توڑ رہا ہو اور آدمی کے چہرے پر غم کے آثار نہ ہوں، بشاشت و مسکراہٹ ہو تو یہ کمال کی نہیں بلکہ نقص وزوال کی علامت ہے۔

(۲) عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَيْهِ اَنَّ ابْنًا لِيْ قُبِضَ فَاْتِنَا فَاَرْسَلَ يَقْرَاُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَاْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کسی کے ذریعہ سے یہ پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا دم توڑ رہا ہے اس لئے (فوراً) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس تشریف لے آیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (اس کے جواب میں) سلام کے بعد یہ کہلا بھیجا کہ جو چیز (یعنی اولاد وغیرہ) خدا نے لے لی وہ بھی اسی کی تھی اور جو چیز اس نے دے

رکھی ہے وہ بھی اسی کی ہے (لہٰذا ان کے اٹھ جانے پر جزع وفزع نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس کی امانت تھی جسے اس نے واپس لے لیا) اور اس (خدا) کے نزدیک ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے (یعنی تمہارے بیٹے کی زندگی اتنے ہی دنوں کے لئے لکھی گئی تھی جتنے دن کہ وہ زندہ رہا) پس تمہیں صبر کرنا اور خدا سے ثواب کا طلب گار رہنا چاہیئے۔

حضرت زینبؓ نے دوبارہ آدمی بھیجا اور (اس مرتبہ) انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قسم دی کہ ضرور ہی تشریف لائیے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے، حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، اور صحابہ میں سے کئی دوسرے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہو لئے (جب) آپؐ صاحبزادی کے ہاں پہنچے تو بچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گود میں دے دیا گیا جو جان کنی کی حالت میں تھا (اسے دیکھ کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ رحمت ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا ہے (اچھی طرح سن لو کہ) اللہ اپنے بندوں میں سے صرف انہی لوگوں پر رحمت (یعنی مہربانی) کرتا ہے جو جذبہ ترحم رکھنے والے ہیں۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہمارے راستے پر چلنے والوں میں سے نہیں ہے جو رخساروں کو پیٹے، گریبان چاک کرے اور ایامِ جاہلیت کی طرح آواز بلند کرے۔

(۴) عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُہٗ اُمُّ عَبْدِ اللہِ تَصِیْحُ بِرَنَّۃٍ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِیْ وَکَانَ یُحَدِّثُھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ قَالَ اَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ
(متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو بردہؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بے ہوش ہو گئے تو ان کی عورت امِ عبداللہؓ چلا چلا کر رونے لگی، جب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ہوش آیا تو انہوں نے کہا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ چلا چلا کر رونا کتنا برا ہے؟ چنانچہ راوی کہتے ہیں کہ) پھر ابوموسیٰ اشعریؓ ان سے یہ حدیث بیان کرنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو مصیبت وحادثہ کے وقت سر کے بال منڈائے، چلا چلا کر روئے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ مَالِكِ نِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ اَرْبَعٌ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ لَا یَتْرُکُوْنَھُنَّ الْفَخْرُ فِی الْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِی الْاَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّیَاحَۃُ وَقَالَ النَّائِحَۃُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِھَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَعَلَیْھَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت کی چار باتیں ایسی ہیں جنہیں میری امت کے (کچھ) لوگ نہیں چھوڑیں گے (۱) حسب پر فخر کرنا (۲) نسب پر طعن کرنا (۳) ستاروں کے ذریعہ پانی مانگنا (۴) نوحہ کرنا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا نوحہ کرنے والی عورت نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہیں کی تو وہ قیامت کے دن اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے جسم پر قطران اور خارش کا کرتہ ہوگا۔

(۶) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم النَّآئِحَۃَ وَالْمُسْتَمِعَۃَ (ابوداود)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نوحہ کرنے والی عورت اور نوحہ سننے والی عورت دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(۷) عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ وَّلَا مُسْلِمَۃٍ یُصَابُ بِمُصِیْبَۃٍ فَیَذْکُرُھَا وَاِنْ طَالَ عَھْدُھَا فَیُحْدِثُ لِذٰلِکَ اسْتِرْجَاعًا اِلَّا جَدَّدَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لَہٗ عِنْدَ ذٰلِکَ فَاَعْطَاہُ مِثْلَ اَجْرِھَا یَوْمَ اُصِیْبَ بِھَا (احمد، شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان مرد و عورت کو کوئی مصیبت و صدمہ پہنچے اور خواہ کتنا ہی طویل زمانہ گزر جانے کے بعد وہ مصیبت وہ صدمہ یاد آجائے اور وہ اس وقت انا للہ وانا الیہ

راجعون پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ثواب ثابت کردیتا ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے وہی اجروثواب عطا فرماتا ہے جو اس دن عطا کیا گیا تھا جب کہ وہ اس مصیبت وصدمہ سے دوچار ہوا تھا (اور اس پر صبر کیا تھا)۔

(۸) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تَصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اٰجِرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَيْرًا مِنْهَا فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ مِنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ اِنِّيْ قُلْتُهَا فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ (مسلم)

ترجمہ: حضرت امِ سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بھی مسلمان کسی (چھوٹی یا بڑی) مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ الفاظ کہتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم خدا ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہم کو واپس جانا ہے)۔ اَللّٰهُمَّ اٰجِرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا (اے اللہ! میری مصیبت پر مجھے ثواب دے اور (اس مصیبت میں) جو چیز میرے ہاتھ سے گئی ہے اس کا نعم البدل عطا فرما) تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اس چیز کا بہتر بدلہ عطا فرماتا ہے۔ حضرت امِ سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ ؓ (یعنی میرے پہلے شوہر) کا انتقال ہوا تو میں کہا کہ ابوسلمہ ؓ سے بہتر کون مسلمان ہوگا،

وہ ابوسلمہؓ جنہوں نے سب سے پہلے مع اہل وعیال کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور پھر میں نے مذکورہ بالا کلمات کہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ابوسلمہؓ کے بدلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمایا (یعنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئی)۔

(۹) عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ (مسلم)

ترجمہ: حضرت صہیبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی بھی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے خیر وبھلائی کا باعث ہے اور یہ بات صرف مومن کے لئے مخصوص ہے کوئی اور اس کے وصف میں شریک نہیں ہے اگر اس کو (رزق وفراخی ووسعت، راحت، چین، صحت وتندرستی، نعمت وذلت اور طاعت وعبادت کی توفیق کی صورت میں) خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے پس یہ شکر اس کے لئے خیر وبھلائی کا باعث ہوتا ہے اور اگر اس کو مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے پس یہ صبر بھی اس کے لئے خیر وبھلائی کا باعث ہوتا ہے۔

(۱۰) عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وَزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ

ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت امِ حبیبہؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ کسی میت پر تین (۳) دن سے زیادہ سوگ منائے ہاں اپنے شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن تک کیا جائے۔

اسلام میں شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ شیعہ حضرات جو ہر سال حضرت حسینؓ کا سوگ مناتے ہیں یہ حرام ہے۔ اسلام نے انسان کی طبیعت اور فطرت کا لحاظ رکھا ہے تو طبعی طور پر آدمی تین دن تک نڈھال رہتا ہے اس سے زیادہ ترکِ زینت اور ترکِ عادت جائز نہیں ہاں قلبی غم اور آنکھوں سے آنسوؤں کا گرنا اس کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ حضرت امِ حبیبہؓ کے متعلق ابوداود میں ایک روایت ہے کہ جب ان کے والد ابوسفیان کا انتقال ہوا تو تین دن کے بعد آپ نے عطر منگوالیا اور اپنے بازوؤں پر مل لیا اور فرمایا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے پھر آپؓ نے یہی حدیث بیان فرمائی۔

بیوی کے لئے شوہر کا غم چونکہ تمام غموں سے زیادہ ہے کیونکہ اس کا پورا گھر اجڑ گیا ہے تو شریعت نے عورت کے اس فطری صدمہ کا لحاظ رکھا ہے اور چار ماہ دس دن تک سوگ کرنے کی اجازت دے دی ہے اور پھر اس پر لازم بھی کیا ہے۔ ملا علی

قاریؒ نے مرقاۃ میں لکھا ہے کہ عموماً لڑکے میں تین ماہ کے بعد جان آجاتی ہے اور لڑکی میں چار ماہ لگتے ہیں تو شریعت نے چار ماہ دس دن مقرر فرمایا تاکہ ہر قسم کے بچے کا ظہور یقینی ہوجائے۔ بعض بچوں میں حرکت کمزور ہوتی ہے اس لئے شریعت نے چار ماہ دس دن کا اضافہ کردیا تاکہ عورت کے حاملہ ہونے نہ ہونے کا خوب اندازہ ہوجائے۔

ہم لوگوں کو چاہیئے کہ خوشی اور غم کے لمحات میں شریعت نے جو آداب مقرر کئے ہیں ان کا لحاظ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۱) شہادت

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○ وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ○ فَرِحِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ وَیَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِیۡنَ لَمۡ یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ مِّنۡ خَلۡفِہِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ○ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضۡلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ○ (آل عمران-۱۶۹-۱۷۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ الۡکَرِیۡمُ وَنَحۡنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیۡنَ وَالشّٰکِرِیۡنَ۔

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو تو اے مخاطب مردہ نہ سمجھ بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو روزی عطا کی جاتی ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو دیا ہے اس پر وہ خوش وخرم ہیں اور وہ ان لوگوں کے متعلق بھی جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ابھی ان تک نہیں پہنچے خوش اور مطمئن ہیں کہ ان پر بھی نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے یعنی اگر شہید ہوکر آجائیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور اس کے فضل کی وجہ سے خوش وخرم

رہتے ہیں اور نیز اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے ثواب کو ضائع نہیں کرتا۔

اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کرنا شہادت کہلاتا ہے۔سب سے اعلیٰ درجہ کی موت شہادت کی موت ہے۔حضرت عمرؓ نے دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے تیرے نبی کے شہر (مدینہ) میں شہادت کی موت عطا فرما۔

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مَا مِنْ اَحَدٍ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ یُحِبُّ اَنْ یَرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا وَلَہٗ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا الشَّھِیْدُ یَتَمَنّٰی اَنْ یَرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا فَیُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا یَرٰی مِنَ الْکَرَامَۃِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے والا کوئی شخص بھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور (جنت کی نعمتوں کے عوض دنیا کی تمام) چیزوں کو قبول کرے مگر شہید یہ آرزو کرتا ہے کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور دس بار خدا کی راہ میں شہید ہو جائے کیونکہ وہ شہادت کی عظمت اور اس کے ثواب کو جانتا ہے۔

(۲) عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْنَا عَبْدَ اللہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ الْاٰیَۃَ قَالَ اِنَّا قَدْ سَاَلْنَا عَنْ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ فَقَالَ اَرْوَاحُھُمْ فِیْ اَجْوَافِ طَیْرٍ خُضْرٍ لَھَا قَنَادِیْلُ مُعَلَّقَۃٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ

مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ تَأْوِىْ اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ فَاطَّلَعَ اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا قَالُوْا اَىَّ شَيْئٍ نَشْتَهِىْ وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوْا مِنْ اَنْ يَسْاَلُوْا قَالُوْا يَارَبِّ نُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِىْ اَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِىْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى فَلَمَّا رَأٰى اَنْ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا (مسلم)

ترجمہ: حضرت مسروقؒ (تابعی) کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس آیت کریمہ (جو شروع میں تلاوت کی گئی ہے) کی تفسیر پوچھی ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ'' (جو لوگ خدا کی راہ جہاد میں مارے گئے ہیں ان کو تم مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اوران کو رزق دیا جاتا ہے) الخ۔تو انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ان (شہداء) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں ان کے (رہنے) کے لئے عرشِ الٰہی کے نیچے قندیلیں لٹکائی گئی ہیں وہ (روحیں) بہشت میں سے جہاں سے ان کا جی چاہتا ہے میوے کھاتی ہیں پھر ان قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں تب پروردگار ان (شہداء) کی طرف جھانکتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم کس چیز کی خواہش کریں درانحالیکہ

ہم بہشت میں سے جہاں سے ہمارا جی چاہتا ہے میوے کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تین مرتبہ یہی معاملہ کرتا ہے (یعنی تین بار ان سے یہی سوال کرتا ہے) اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں پوچھے جانے سے چھوڑا نہیں جائے گا (یعنی جب وہ جانتے ہیں کہ پروردگار کی مراد یہ ہے کہ ہم کسی خواہش کا اظہار کریں) تو وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری بس یہی خواہش ہے کہ تو ہماری روحوں کو جسموں میں واپس کردے اور ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ ہم ایک بار پھر تیری راہ میں مارے جائیں۔ جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ ان کی کوئی (متعین) خواہش وحاجت نہیں ہے تو ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ان سے پوچھنا چھوڑ دیتا ہے)۔

محرم کے مہینے کو حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے بڑی فضیلت والا مہینہ سمجھتے ہیں۔ کونسا مہینہ ہے جس میں مسلمانوں نے جہاد نہیں کیا اور شہادت نہیں پائی۔ سب سے پہلے محرم کے مہینہ میں شہید ہو کر وفات پانے والے تو حضرت عمرؓ ہیں۔ یکم محرم کو آپ کی وفات ہوئی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت کے قبول کرنے کے بعد شہادتوں کا سلسلہ چلتا رہا اور اب تک بھی چل رہا ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا۔ یہ روافض ہیں جنہوں نے صرف شہادتِ حسینؓ کو مشہور کر دیا اور باقی سب کو بھلا دیا۔ سب سے پہلے شہادت کا درجہ پانے والے ایک عورت سمیہؓ اور اس کے بعد ان کے شوہر یاسرؓ

ہیں، دونوں غلامی کی زندگی بسر کررہے تھے۔ ابو جہل نے ایک تیر مارا جو سمیہؓ کے اندام نہانی میں جاکرلگا اور وہ شہید ہوگئیں۔

ستر (۷۰) قراء کی شہادت:

(۱) عَنْ عَاصِمِ الْاَحْوَلِ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلَاةِ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا اِنَّهُ كَانَ بَعَثَ اُنَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا فَاُصِيْبُوْا فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْا عَلَيْهِمْ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عاصم احوال کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے دعائے قنوت (قنوتِ نازلہ) کے بارے میں پوچھا کہ (صبح کی نماز میں یا وتر میں یا کسی حادثہ یا وباء پھیلنے کے وقت ہر فرض) نماز میں وہ رکوع سے پہلے پڑھی جاتی تھی یا رکوع کے بعد؟ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے (اور فرمایا کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صبح کی نماز میں یا سب نمازوں میں) رکوع کے بعد دعائے قنوت (قنوتِ نازلہ) صرف ایک مرتبہ پڑھی تھی (اور وہ بھی) اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند صحابہؓ کو جنہیں قراء کہتے تھے اور تعداد میں ستر تھے (تبلیغ کے لئے کہیں) بھیجا تھا (وہاں کے لوگوں نے) انہیں شہید کردیا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہینہ تک رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھ کر قراء کو شہید

کرنے والوں کے لئے بددعا کی۔

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ شَهْرًا مُتَتَابِعًا فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَصَلَاةِ الصُّبْحِ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ يَدْعُوا عَلٰى اَحْيَاءٍ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَيُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَهُ (ابوداود)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلسل ایک مہینہ تک (یعنی ہر روز) ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں کی آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد قنوت پڑھی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنی سلیم کے چند قبیلوں رعل، ذکوان اور عصیہ کے لئے بددعا کرتے تھے اور پیچھے کے لوگ (یعنی مقتدی) آمین کہتے تھے۔

جنگِ بدر میں چودہ (۱۴) صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ جنگِ احد میں ستر (۷۰) صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، جن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی جنگِ احد میں شہید ہوئے، ہندہ (ابوسفیان کی بیوی جو ابھی اسلام قبول نہیں کی تھی) نے آپ کی لاش کا مثلہ کیا۔

غزوۂ موتہ میں بارہ (۱۲) صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے میدانِ کارزار کا نقشہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کھول دیا اور حجابات اٹھا دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کے مجمع میں فرمایا کہ زید نے رایت اسلام لیا اور خوب قتال کیا یہاں تک کہ

شہید ہو گئے اور جنت میں پہنچ گئے ۔زید کے بعد جعفر نے رایت اسلام لیا اور انہوں نے بھی خوب قتال کیا اور شہید ہو کر جنت میں پہنچ گئے ۔جعفر کے بعد عبداللہ بن روحہ نے رایت اسلام لیا وہ بھی شہید ہو کر جنت میں پہنچ گئے ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔پھر فرمایا ان کے بعد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد بن ولید) نے رایت اسلام لیا اور اللہ نے فتح عطا فرمائی۔

خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کی شہادت:

مغیرہ بن شعبہؓ کا ایک فارسی غلام جس کا نام ابولُولُو تھا، اس نے حضرت عمرؓ سے آکر مغیرہ بن شعبہؓ کی شکایت کی کہ انہوں نے اس پر زیادہ مالی بار ڈالا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تو کیا ہنر جانتا ہے؟ اس نے کئی ہنر بتائے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تو اتنے ہنر جانتا ہے تو اتنی رقم دینا تجھ پر کچھ مشکل نہیں۔اس نے کہا کہ میں ایسی چکی بناؤں گا (چونکہ وہ چکی بنانے میں ماہر تھا) جو آپ کو پیس کر رکھ دے گی۔ صبح کی نماز کے لئے حضرت عمرؓ لوگوں کو اٹھاتے ہوئے مسجد جا رہے تھے کہ اس نے آپ کی پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کون ہے اس کو پکڑو۔ معلوم ہوا کہ ابولولو فارسی غلام ہے اور کوئی مسلمان نہیں ہے۔حضرت عمرؓ نے نماز کے بعد دودھ پیا تو زخم سے باہر آگیا۔آپؓ کو یقین ہو گیا کہ وہ زندہ باقی نہیں رہیں گے۔ ۲۷ ذوالحجہ کو یہ واقعہ پیش آیا اور یکم محرم کو آپ کی وفات ہوگئی۔اس طرح آپ کی دعا

بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوگئی کہ آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں شہادت کی موت حاصل ہو۔

خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ کی شہادت:

حضرت عثمانؓ کی خلافت کا دور بارہ (۱۲) سال ہے۔ پہلے چھ (٦) سال تو بحسنِ خوبی گذر گئے۔ آخری چھ سالوں میں شورشیں شروع ہوگئیں۔ ایک یہودی شخص عبداللہ بن سبا ازراہِ نفاق مسلمان بن کر آپ کے امراء کے خلاف جھوٹے پروپگنڈے کرتا رہا۔ یہی شخص شیعہ فرقہ کا بانی ہے۔ مکہ، مدینہ، کوفہ اور شام میں اس کی بات پر کسی نے توجہ نہیں دی لیکن مصر کے لوگوں میں اس کی شورش کامیاب ہوگئی اور ایک لڑاکو دستہ نے مدینہ آکر حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ چالیس دن تک محاصرہ جاری رکھا، مسجدِ نبوی میں داخلہ اور باہر سے دانہ پانی بھی بند کردیا۔ ذوالحجہ کے مہینہ میں اکثر لوگ حج کے لئے گئے ہوئے تھے، بالآخر بلوائیوں نے آپ کے گھر میں گھس کر آپ کو شہید کردیا۔

خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ کی شہادت:

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ بنے۔ حضرت عائشہؓ حج کو گئی تھیں۔ راستہ میں آپ کو خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ کو بلوائیوں نے گھر کا محاصرہ کرکے قتل کردیا ہے اور حضرت علیؓ خلیفہ بن گئے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ سے مطالبہ کیا کہ آپ حضرت عثمانؓ کا قصاص لیں۔ حضرت علیؓ کا کہنا تھا کہ تم لوگ میری بیعت کرکے میرے ہاتھ مضبوط کرو پھر میں حضرت عثمانؓ کا

قصاص لوں گا۔ اسی ہنگامہ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی جنگ ہوئی جس کو ''جنگِ جمل'' کہتے ہیں، کیونکہ حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار تھیں۔ طرفین کے تیرہ ہزار (۱۳۰۰۰) آدمی مارے گئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ زندگی بھر اس واقعہ پر روتے رہے۔

حضرت معاویہؓ شام کے گورنر تھے۔ حضرت علیؓ نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ ان کی بیعت کریں۔ انہوں نے مطالبہ رکھا کہ پہلے آپ حضرت عثمانؓ کا قصاص لیں اس کے بعد ہم بیعت کریں گے۔ ان کے اس رویہ کی وجہ سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جنگ ہوئی جو جنگِ صفین کے نام سے مشہور ہے۔ تحکیم کے معاملہ میں حضرت علیؓ کی فوج کا ایک حصہ آپ سے کٹ گیا اور آپ کو کافر قرار دیا جو بعد میں خوارج کہلائے۔ خوارج کے ایک شخص عبدالرحمن بن ملجم نے ایک ماہ تک زہر پلائی ہوئی تلوار سے حضرت علیؓ پر حملہ کر دیا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قومِ ثمود کا بدترین آدمی قذار بن سالف تھا جس نے ناقۃ اللہ کی کوچیں کاٹ ڈالی تھیں اور میری امت کا سب سے بدترین آدمی حضرت علیؓ کا قاتل ہے۔

حضرت حسینؓ کی شہادت:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِيَدِهٖ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِيْ

اَنْتَ وَاُمِّیْ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِهٖ لَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُهٗ مَنْذُ الْیَوْمِ فَاُحْصِیْ ذٰلِكَ الْوَقْتَ فَاَجِدُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن دوپہر میں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس طرح دیکھا جیسے کوئی سونے والا کسی کو دیکھتا ہے (یعنی خواب میں دیکھا) کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جو خون سے بھری ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں آج قتل گاہ حسین میں صبح سے اب تک اس بوتل میں اکٹھا کر رہا ہوں۔ حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس وقت کو یاد رکھا چنانچہ (جب قتلِ حسینؓ کی خبر آئی) تو میں نے پایا کہ شہادتِ حسینؓ کا المیہ اسی دن اور اسی وقت پیش آیا تھا جب میں نے مذکورہ خواب دیکھا تھا۔

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا یَغْذُوْكُمْ مِنْ نِّعْمَةٍ وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّ اَهْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اللہ سے محبت رکھو کیونکہ وہی تمہیں اپنی نعمتوں سے رزق پہنچاتا ہے اور تمہاری پرورش کرتا ہے اور جس وجہ سے تم اللہ سے محبت رکھتے ہو مجھ سے محبت رکھو اور میرے اہلِ بیت کو میری محبت کی وجہ سے عزیز و محبوب رکھو۔

(۳) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّہٗ قَالَ وَھُوَ اٰخِذٌ بِبَابِ الْکَعْبَۃِ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مَثَلُ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ (احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر یوں بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یاد رکھو! تمہارے حق میں میرے اہلِ بیت کی وہی اہمیت ہے جو نوح کی کشتی کی ہے جو اس میں سوار ہو گیا اس نے نجات پالی اور جو شخص اس کشتی میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔

حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کیا اور انتقال فرما گئے۔ اکثر صحابہ کرام ناخوش تھے۔ کوفہ کے لوگوں نے حضرت حسینؓ کو دعوت دی کہ ان سے بیعت کر کے ان کو خلفیہ بنائیں گے۔ آپ نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ سب لوگ پوری طرح تیار ہیں کہ حضرت حسینؓ کو خلیفہ بنائیں۔

یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ سے ہٹا کر کوفہ کا گورنر بنایا۔ یہ بدبخت کوفہ آیا، پہلے اس نے مسلم بن عقیل کو شہید کیا اور قصرِ امارت پر قبضہ کیا اور اس کے بعد فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر حضرت حسینؓ کو کربلا کے میدان میں شہید کیا۔ حضرت حسینؓ کا سر تن سے جدا کیا گیا اور پلیٹ میں رکھا گیا اور ابنِ زیاد پر پیش کیا گیا اس بدبخت کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی اس کو حضرت حسینؓ کی ناک اور آنکھ میں چبھورہا تھا اور بطور استہزاء کہہ رہا تھا کہ کیا ہی خوبصورت ہے؟ حسین بہت

خوبصورت ہے؟ اچھا وہ خوبصورت یہ ہے؟ اس پر حضرت انسؓ نے اس کو ڈانٹا۔ ’’فی حسنه شیئا‘‘ اس لفظ کا یہی مطلب ہے کہ بطور استہزاء وہ حضرت حسینؓ کے حسن میں کچھ بکواس کر رہا تھا، کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد ابنِ زیاد کو مختار بن عبید نے قتل کیا اور اس کا سر لا کر لوگوں کے سامنے اسی مسجد کے چبوترے پر رکھا۔ اچانک شور ہو گیا کہ آ گیا آ گیا! جب دیکھا گیا تو ایک سانپ آیا اور ابنِ زیاد کی ناک میں گھس گیا اور پھر نکل گیا، دو تین مرتبہ ایسا ہو گیا لوگ بھاگ گئے۔ حضرت حسینؓ پر وار کرنے والے قاتل کا نام سنان ابن انس نخعی ہے، اس بدبخت نے جب حضرت حسینؓ کا سر ابنِ زیاد کے سامنے رکھا تو یہ شعر پڑھا ؎

اوقر رِكَابِيْ فِضَّةً وَذَهَبًا
اِنِّيْ قَتَلْتُ الْمَلِكَ الْمُحَجَّبَا
قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ اُمًّا وَاَبًا

ترجمہ: میری سواری کو سونے اور چاندی سے بھر دو میں نے بڑے محفوظ بادشاہ کو قتل کیا جو نسب حسب میں سب سے بہتر تھا۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت حسینؓ کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو یزید نے یہ شعر پڑھا: ؎

نُفَلِّقُ هَامًا مِنْ رِجَالٍ اَعِزَّةٍ عَلَيْنَا وَكَانُوْا اَعَقَّ وَاَظْلَمَا

ترجمہ: ہم باعزت لوگوں کی کھوپڑیاں اڑاتے ہیں، اس لئے کہ وہ ہمارے حق میں بے حد نافرمان اور بڑے ظالم تھے۔

عبیداللہ بن زیاد نے مقامِ کربلا میں نہ صرف حضرت حسینؓ کو شہید کیا بلکہ آپ کے اسی (۸۰) ساتھی بھی اس مقام پر آپ کے ساتھ شہید کر دیئے گئے، اسلام کی سفید چادر پر قتلِ حسینؓ ایک بدنما سیاہ دھبہ ہے جو یزید کی گردن پر ہے۔

؎
قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی شہادت کی موت نصیب فرمائے۔
آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۲) سب سے بڑا اور ناقابلِ معافی گناہ-شرک

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ○ (الانعام-۸۲)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کی تو ایسے ہی لوگ (دوزخ سے) پُرامن ہیں اور یہی لوگ راہ یافتہ ہیں۔

محرم، بزرگوں کے عرس، صندل کرنے والے اکثر لوگ بڑے گھاٹے میں ہیں کہ حقیقی ایمان ہی سے محروم ہیں۔ جس ایمان سے دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات ملتی ہے وہ ایمان ہے جس میں شرک کی ملاوٹ نہ ہو۔ محرم، صندل وعرس کرنے والے لوگ عقیدے اور اعمال کے لحاظ سے شرک کے مرتکب ہیں۔

مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ کو بہت پریشانی ہوئی کیونکہ ظلم کے معنی میں ہر گناہ اور غلطی شامل ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ

بِظُلْمٍ) شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْسَ ذَاكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِاِبْنِهٖ (يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ اِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت (اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ) نازل ہوئی تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو بڑا بوجھ محسوس ہوا چنانچہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں ایسا کون شخص ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بات نہیں ہے (یعنی ظلم سے مراد وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو یعنی مطلق گناہ) بلکہ ظلم سے شرک مراد ہے۔ کیا تم نے لقمان کی وہ نصیحت نہیں سنی جو انہوں نے اپنے (مومن) بیٹے کو کی تھی (اور وہ یہ کہ) اے میرے بیٹے! خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا کیونکہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) ظلم سے وہ مراد نہیں ہے جس کا تم نے گمان کیا ہے بلکہ اس سے وہ مراد ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا۔

(وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ) ''شق ذلك'' یعنی یہ آیت جب نازل ہوئی تو اس کا مطلب صحابہ کرامؓ پر بہت گراں گزرا کیونکہ صحابہ کرامؓ نے

خیال کیا کہ ظلم کے لفظ سے مراد گناہ ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ انبیائے کرامؑ کے علاوہ گناہوں سے پاک کون ہوسکتا ہے اس لئے انہوں نے سوال کیا کہ ''اینا لم یظلم '' یہ ان کی پریشانی کا بہت بڑا اظہار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا کہ ظلم سے مراد کامل درجہ کا ظلم ہے جو شرک ہے کیونکہ سورۂ لقمان کی ایک آیت میں ہے (ان الشرك لظلم عظیم) یہاں اس ظلم سے مراد عام گناہ نہیں ہے بلکہ ایک خاص قسم کا گناہ مراد ہے جو شرک ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ایمان کو شرک سے مخلوط نہیں کیا یعنی ایسا منافق نہیں رہا جس کی زبان پر تو ایمان ہو اور دل میں شرک پڑا ہوا ہو۔

صریح اور صاف اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے تو دنیا میں شاذ و نادر ہی ہوں گے۔ اکثر اللہ کو مانتے ہیں اور ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ○ (یوسف۔۱۰۶)

ترجمہ: اکثر لوگ خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح مانتے ہیں کہ شرک بھی کرتے رہتے ہیں۔

شرک کی اقسام:

(۱) اللہ کی ذات میں شرک:

جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ ابن مریمؑ کو اور یہود عزیرؑ کو، مجوسی یزداں اور اہرمن دو

خداؤں کو مانتے ہیں۔

(۲) اللہ کی صفات میں شرک:

اللہ کی صفات میں سے کسی صفت سے کسی ولی، بزرگ کو متصف کرنا شرک ہے۔مثلاً کسی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عالم الغیب ہے یا حاظر ناظر ہے وغیرہ۔

(۳) اللہ کے اختیارات میں شرک:

جو اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہیں مثلاً نفع ونقصان پہنچانا، دعائیں سننا، حاجت پوری کرنا وغیرہ۔ان میں سے اللہ کے علاوہ کسی اور میں ایسے اختیارات کا عقیدہ شرک ہے۔

(۴) اللہ کے حقوق میں شرک:

بندگی اور عبادت اللہ کا حق ہے۔رکوع، سجدہ، شکرِ نعمت، نذرونیاز، قربانی، تعظیم وعبادت کی تمام شکلیں صرف اور صرف اللہ ہی کے لئے ہیں۔ یہ امور کسی اور کے لئے کرنا شرک ہے۔

شرک کے تعلق سے قرآن کی وارننگ:

(۱) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرِكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا ○ (النساء۔۴۸)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا

جائے اور شرک سے کم درجہ کے گناہوں کو جس کے چاہے بخش دے گا اور بات بھی یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس نے بہت ہی بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرِكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ (النساء-۱۱۶)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور شرک سے کم درجہ کے گناہوں کو جس کے چاہے بخش دے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

(۳) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (المائدہ-۷۲)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ کافر ہو چکے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریمؑ ہی عین خدا ہے حالانکہ خود مسیحؑ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور یقین جانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

دنیا کی زندگی میں بندہ کتنے بھی اور کیسے بھی گناہ کرے اور اگر مرنے سے پہلے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتے ہیں۔ ہاں بندوں کے حقوق اسی وقت معاف ہوں گے جب بندے معاف کریں گے لیکن آخرت کی زندگی میں اللہ تعالیٰ چاہے تو سب گناہ معاف کر دیں گے مگر کفر اور شرک والا گناہ معاف نہیں کریں گے۔ کفر تو اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار ہے اور شرک اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔

انبیائے کرامؑ کو مخاطب کر کے تمام انسانوں کو وارننگ:

سورۂ انعام کے رکوع نمبر ۹ میں نوحؑ سے لے کر اسماعیلؑ تک تمام اولوالعزم انبیائے کرامؑ کا ذکر کر کے یہ بات ارشاد فرمائی گئی کہ اگر یہ لوگ بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال حبط ہو جاتے۔ انبیائے کرامؑ چونکہ خود توحید کے داعی ہوتے ہیں ان سے ایسے گناہ (غلطی) کا ارتکاب ممکن نہیں مگر عوام الناس کو سنانے کے لئے ان کو مخاطب کر کے یہ بات کہی جا رہی ہے۔

(۱) ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الانعام۔۸۸)

ترجمہ: یہ ہے اللہ کی ہدایت میں وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس پر چلاتا ہے اور اگر بالفرض یہ لوگ بھی شرک کرتے تو ان کے وہ سب اعمال جو یہ کیا کرتے تھے غارت اور نابود ہو جاتے۔

سورۂ زمر کی آیت نمبر ۶۵ اور ۶۶ میں خطاب تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہے مگر سنانا تمام انسانوں کو ہے۔

(۲) وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝ (الزمر۔۶۶،۶۵)

ترجمہ: اور بلاشبہ اے پیغمبر آپ کی طرف اور ان سب پیغمبروں کی طرف جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال نیست و نابود ہو جائیں گے اور تم یقیناً خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ تم شرک نہ کرنا بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرنا اور اس کے شکر گزار رہنا۔

(۳) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ ۝

(الشعراء۔۲۱۳)

ترجمہ: سو (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہ کریں ورنہ آپ بھی ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن کو عذاب دیا جائے گا۔

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شرک کی وارننگ:

(۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثِنْتَانِ مُوْجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ قَالَ مَنْ مَاتَ یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو (۲) باتیں (جنت ودوزخ کو) واجب کرنے والی ہیں۔ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ! (جنت ودوزخ کو) واجب کرنے والی وہ دو (۲) باتیں کونسی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلی بات تو یہ کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا تھا تو وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور (دوسری بات یہ کہ) جس کی وفات اس حال میں ہوئی کہ اس نے کسی کو اللہ کا شریک نہ کیا تھا تو وہ جنت جائے گا۔

(۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ لَقِيَ اللّٰہَ لَا یُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَیُصَلِّي الْخَمْسَ وَیَصُوْمُ رَمَضَانَ غُفِرَ لَهٗ قُلْتُ اَفَلَا اُبَشِّرُهُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ دَعْهُمْ یَعْمَلُوْا (احمد)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی طرف اس حال میں کوچ کیا کہ اس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرا رکھا تھا پانچوں وقت نماز پڑھتا تھا اور رمضان کے روزے رکھتا تھا تو وہ بخش دیا جائے گا۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو خوشخبری سنادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور عمل میں لگا رہنے دو۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْكَبَائِرُ

اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَنَسٍ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ بَدَلَ الْيَمِيْنِ اَلْغَمُوْسِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ناحق کسی کو مارڈالنا اور جھوٹی قسم کھانا بڑے گناہ ہیں (بخاری) اور حضرت انسؓ کی روایت میں ''جھوٹی قسم کھانا'' کے بجائے ''جھوٹی گواہی دینا'' کے الفاظ ہیں۔

(۴) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (لوگو!) سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، پوچھا گیا یارسول اللہ! وہ سات ہلاک کرنے والی چیزیں کونسی ہیں؟ فرمایا! (۱) کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، (۲) جادو کرنا، (۳) اس جان کو مارڈالنا جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، (۴) سود کھانا، (۵) یتیم کا مال کھانا، (۶) جہاد کے میدان میں دشمن کو پیٹھ دکھانا،

(۷) پاک دامن ایمان والی اور بے خبر عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا۔

(۵) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا ابْنَ آدَمَ اِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی مَا کَانَ فِیْکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ آدَمَ اِنَّکَ لَوْ لَقِیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِھَا مَغْفِرَۃً (ترمذی، احمد، دارمی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابنِ آدم! جب تک تو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تجھے بخشوں گا، تو نے جو بھی برا کام کیا ہوگا مجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی (یعنی تو چاہے کتنا ہی بڑا گنہگار ہو تجھے بخشنا میرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہے) اے ابنِ آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے بخشش چاہے تو میں تجھ کو بخش دوں گا۔ اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی، اے ابنِ آدم! اگر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تیرے ساتھ گناہوں سے بھری ہوئی زمین ہو تو میں تیرے پاس بخشش و مغفرت سے بھری ہوئی زمین لے کر آؤں گا بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو (یعنی شرک میں مبتلا نہ ہوا ہو)۔

(۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ

عَلِمَ اَنِّیْ ذُوْقُدْرَۃٍ عَلٰی مَغْفِرَۃِ الذُّنُوْبِ غَفَرْتُ لَہٗ وَلَا اُبَالِیْ مَالَمْ یُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا (شرح السنہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص نے یہ جانا کہ میں گناہوں کو بخشنے پر قادر ہوں تو میں اسے بخش دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی بشرطیکہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔

(۷) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیَغْفِرُ لِعَبْدِہٖ مَالَمْ یَقَعِ الْحِجَابُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْحِجَابُ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ النَّفْسُ وَھِیَ مُشْرِكَۃٌ رَوَی الْاَحَادِیْثَ الثَّلَاثَۃَ اَحْمَدُ وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ الْاٰخِیْرَ فِیْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے (کے گناہوں میں سے جنہیں چاہتا ہے ان) کو بخشتا ہے جب تک بندے اور رحمت حق کے درمیان پردہ حائل نہ ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! پردہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کہ آدمی شرک کرتا ہوا مرجائے مذکورہ بالا تینوں روایتیں امام احمد رحمہ اللہ نے نقل کی ہیں نیز یہ آخری روایت امام بیہقی نے ''كِتَابُ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ'' میں نقل کی ہے۔

(۸) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ لَقِیَ اللّٰہَ لَا یَعْدِلُ بِہٖ

شَيْئًا فِي الدُّنْيَا ثُمَّ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلَ جِبَالٍ ذُنُوْبٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص خدا سے اس حال میں ملاقات کرے (یعنی اس حال میں مرے) کہ وہ دنیا میں خدا کی مانند کسی کو نہ مانتا ہو (یعنی شرک میں مبتلا نہ ہو) تو اگر مرنے کے بعد اس کے اوپر پہاڑ کی مانند بھی گناہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (اگر چاہے گا تو) اس کے ان سب گناہوں کو بخش دے گا۔

(۹) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَاَزِيْدُ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ يَمْشِیْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِيَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِيْئَةً لَا يُشْرِكُ بِیْ شَيْئًا لَقِيْتُهٗ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو اس جیسی دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے زیادہ بھی دیتا ہوں (یعنی جس کو چاہتا ہوں اس کو اس کے صدق و اخلاص کے مطابق سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب دیتا ہوں) جو شخص کوئی برائی کرتا ہے تو اس کی اسی برائی کے برابر سزا ملتی ہے یا میں اسے بھی معاف کر دیتا ہوں۔ جو شخص اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعہ ایک بالشت میری طرف آتا ہے تو میں ایک گز

اس کی طرف جاتا ہوں جو شخص میری طرف ایک گز آتا ہے میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے برابر بڑھتا ہوں جو شخص میری طرف اپنی چال سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص زمین کے برابر بھی گناہ لے کر مجھ سے ملے گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو یعنی شرک میں مبتلا نہ ہوا ہو تو اگر میں چاہوں گا تو اس کو زمین کے برابر ہی مغفرت عطا کروں گا۔

(۱۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلدَّوَاوِيْنُ ثَلَاثَةٌ دِيْوَانٌ لَا يَغْفِرُهُ اللّٰهُ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ يَقُوْلُ عَزَّوَجَلَّ (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرِكَ بِهٖ) وَدِيْوَانٌ لَا يَتْرُكُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ حَتّٰى يَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ فَذَاكَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَآءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ
(بیہقی)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دفتر یعنی نامۂ اعمال تین طرح کے ہیں ایک تو وہ نامۂ اعمال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اور یہ نامۂ اعمال وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا گیا ہو (یعنی کفر وشرک کا گناہ جس نامۂ اعمال میں ہوگا اس کی بخشش ممکن نہیں ہوگی) چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا شرک کو نہیں بخشتا۔ دوسرا نامۂ اعمال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ یوں ہی نہیں چھوڑے گا اور یہ نامۂ اعمال وہ ہے جس میں بندوں کے آپس کے مظالم درج ہیں، چنانچہ وہ ایک

دوسرے سے بدلہ لیں گے۔ اور تیسرا اعمال نامہ وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں ہوگی اور وہ اعمال نامہ وہ ہے جس میں بندوں کا اللہ کے ساتھ ظلم کرنا ہے یعنی ان کی طرف سے حقوق اللہ میں تقصیر وکوتاہی کا مرتکب ہونا درج ہے، چنانچہ یہ اعمال نامہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہوگا کہ چاہے وہ بندہ کو اس کے عمل کے مطابق سزا دے اور چاہے اس سے درگزر وعفو کا معاملہ کرے اور اس کو سزا نہ دے۔

(۱۱) عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ لِاَھْوَنِ اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَوْ اَنَّ لَکَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اَکُنْتَ تَفْتَدِیْ بِہٖ فَیَقُوْلُ نَعَمْ فَیَقُوْلُ اَرَدْتُّ مِنْکَ اَھْوَنَ مِنْ ھٰذَا وَاَنْتَ فِیْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِکَ بِیْ شَیْئًا فَاَبَیْتَ اِلَّا اَنْ تُشْرِکَ بِیْ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخیوں میں سے اس شخص سے جو سب سے ہلکے عذاب میں ہوگا فرمائے گا کہ اگر تیرے پاس روئے زمین کی چیزوں میں سے کوئی ایسی چیز ہوتی جس کو تو بدلہ میں دے سکتا تو کیا تو ایسا کرتا؟ وہ دوزخی کہے گا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو اس وقت جب تو آدم کی پشت میں تھا اس سے بھی آسان وسہل چیز تیرے لئے طے کردی تھی اور وہ یہ کہ تم میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا مگر تو اس سے مکر گیا یہاں تک کہ (بتوں وغیرہ کی پرستش وتعظیم کے ذریعہ) میرا شریک ٹھہرا کر رہا۔

شرک کرنے والے شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محروم رہیں گے:

(۱۲) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَتَانِيْ اٰتٍ مِّنْ عِنْدَ رَبِّيْ فَخَيَّرَنِيْ بَيْنَ اَنْ يَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے ان دو (۲) باتوں میں سے ایک بات کے چن لینے کا اختیار دیا کہ یا تو میری آدھی امت جنت میں داخل ہو جائے یا (سب کے حق میں) شفاعت کا حق مجھے حاصل ہو۔ پس میں نے اپنی پوری امت کے حق میں شفاعت کا حق حاصل ہونے کو اختیار کیا۔ چنانچہ میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے طے شدہ ہے جس نے اس حال میں اپنی جان جان آفرین کی سپرد کی ہو کہ اللہ کے ساتھ شرک میں مبتلا نہیں تھا۔

ہم گناہ گاروں کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت بہت بڑا سہارا ہے مگر شرک کا ارتکاب کرنے والے ایسی عظیم نعمت سے محروم رہ جائیں گے!

معراج کا تحفہ:

(۱۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا اُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اُنْتُهِيَ بِهٖ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَهِيَ فِي السَّمَآءِ السَّادِسَةِ اِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يُعْرَجُ بِهٖ مِنَ الْاَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَاِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يُهْبَطُ بِهٖ مِنْ فَوْقِهَا

فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى قَالَ فَرَاشٌ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثَلٰثًا أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأُعْطِيَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ مِنْ أُمَّتِهٖ شَيْئًا اَلْمُقْحِمَاتُ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رات میں سیر کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور سدرۃ المنتہیٰ چھٹے آسمان پر ہے۔ نیز جو بھی چیز زمین سے اوپر لے جائی جاتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر منتہی ہوجاتی ہے اور پھر کسی واسطہ وذریعہ کے بغیر اوپر اٹھائی جاتی ہے، اسی طرح جو چیز ملاء اعلیٰ سے زمین پر اتاری جاتی ہے وہ بھی اسی سدرۃ المنتہیٰ سے لی جاتی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابنِ مسعودؓ نے یہ آیت پڑھی اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ (یعنی اس وقت کہ ڈھانک لیا سدرۃ کو جس چیز نے ڈھانک لیا) اور کہا کہ وہ چیز سونے کے پتنگے تھے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ نے یہ بھی کہا کہ شبِ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تین چیزیں عطا کی گئیں (۱) پانچ نمازوں کی فرضیت عطا ہوئی، (۲) سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عنایت ہوئیں، (۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت میں سے اس شخص کے گناہِ کبیرہ کی معافی کا پروانہ عطا ہوا جو کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے۔

آیات اور احادیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ شرک سب سے بڑا اور ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ لہٰذا ہمیں ہر قسم کے شرک بلکہ شرک کے شائبہ سے بھی

بچنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے شرک سے بچا کر خالص توحید پر قائم رکھے۔

آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۳) اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اوراسمِ اعظم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِہَا وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ
سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (الاعراف۔۱۸۰)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ: اوراللہ ہی کے لئے ہیں سب نام اچھے اچھے،سوتم اسے پکاروان ناموں سے اورچھوڑ دوان لوگوں کوجوکج روی اختیار کرتے ہیں اس کے ناموں میں،عنقریب وہ بدلہ دیئے جائیں گےاس کا جووہ عمل کرتے تھے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِہَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ○

(بنی اسرائیل۔۱۱۰)

ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ تم پکارو اللہ یا تم پکارو رحمن (کہہ کر) جس نام کے ساتھ تم پکاروگے اسے سو اسی کے لئے تو ہیں سب اچھے نام اور نہ بلند آواز کریں اپنی نماز میں اور نہ بہت آہستہ کریں آواز اس کے ساتھ بلکہ تلاش کریں ان دونوں کے درمیان مناسب راستہ۔

اور اچھے اچھے (مخصوص) نام اللہ ہی کے لئے (خاص) ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور (دوسروں پر ان ناموں کا اطلاق مت کیا کرو بلکہ) ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے (مذکورہ) ناموں میں کج روی کرتے ہیں (اس طرح سے کہ غیر اللہ پر ان کا اطلاق کرتے ہیں جیسا وہ لوگ ان کو معبود اور الٰہ اعتقاد کے ساتھ کہتے تھے) ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔

اسمائے حسنیٰ کی تشریح:

اچھے نام سے مراد وہ نام ہیں جو صفاتِ کمال کے اعلیٰ درجہ پر دلالت کرنے والے ہیں، اور ظاہر ہے کہ کسی کمال کا اعلیٰ درجہ جس سے اوپر کوئی درجہ نہ ہو سکے وہ صرف خالقِ کائنات جل وعلا شانہٗ ہی کو حاصل ہے اس کے سوا کسی مخلوق کو یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ ہر کامل سے دوسرا شخص اکمل اور فاضل سے افضل ہوسکتا ہے فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کا یہی مطلب ہے کہ ہر ذی علم سے بڑھ کر کوئی دوسرا علیم ہوسکتا ہے۔

اسی لئے اس آیت میں ایسی عبارت اختیار کی گئی جس سے معلوم ہو کہ یہ اسمائے حسنیٰ صرف اللہ ہی کی خصوصیت ہے دوسروں کو حاصل نہیں، فَادْعُوْهُ بِهَا، یعنی جب یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اسمائے حسنیٰ ہیں اور وہ اسماء اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو اور انہی اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارو۔

پکارنا یا بلانا دعاء کا ترجمہ ہے، اور دعاء کا لفظ قرآن میں دو (۲) معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے، ایک اللہ کا ذکر، اس کی حمد وثنا، تسبیح وتمجید کے ساتھ، دوسرے حاجات ومشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرنا اور مصائب وآفات سے نجات اور مشکلات کی آسانی کی درخواست کرنا، اس آیت میں فَادْعُوْهُ بِهَا کا لفظ دونوں معنی کو شامل ہے تو معنی آیت کے یہ ہوئے کہ حمد وثنا اور تسبیح کے لائق بھی صرف اسی کی ذات پاک ہے اور مشکلات ومصائب سے نجات اور حاجت روائی بھی صرف اسی کے قبضہ میں ہے، اس لئے حمد وثنا کرو تو اسی کی کرو اور حاجت روائی، مشکل کشائی کے لئے پکارو تو اسی کو پکارو۔

اسماء دو (۲) قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن میں صرف ذات ملحوظ ہوتی ہے، ان کا مقصد صرف اس ذات کا تعارف ہوتا ہے، براہِ راست ان کی صفات کی طرف اشارہ کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ دوسرے وہ جن میں خاص کسی نہ کسی صفت کا لحاظ ہوتا ہے، ان اسماء سے اس ذات کی کسی خاص صفت ہی کا تعارف ہوتا ہے اور بس پہلی قسم اسمِ ذات اور دوسری اسمِ صفت کہلاتی ہے۔ خدا کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے یا ''رحمن''، بقیہ جتنے نام ہیں اس کے صفاتی نام ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) یعنی ایک کم سونام ہیں جس نے ان کو محفوظ کیا اور ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں جائے گا۔

حدیث پاک کے جملہ ''مَنۡ اَحۡصَاهَا دَخَلَ الۡجَنَّةَ'' کی تشریح میں علماء اور شارحین نے مختلف باتیں لکھی ہیں۔ایک مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ان اسمائے آلہیہ کے مطالب سمجھ کر اور ان کی معرفت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر یقین کرے گا جن کے یہ اسماء عنوانات ہیں وہ جنت میں جائے گا۔ دوسرا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ان اسمائے حسنیٰ کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔تیسرا ایک اور مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ننانوے ناموں سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا اور ان کے ذریعہ اس سے دعا کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سب توقیفی ہیں، ہم اپنی طرف سے کوئی نام نہیں رکھ سکتے بلکہ جو بھی قرآن واحادیث میں آئے ہیں وہی استعمال کرنے چاہئیے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی مالک ومعبود نہیں، وہ ہے) اَلرَّحۡمٰنُ (بڑی رحمت والا)، الرَّحِيۡمُ (نہایت مہربان)، الۡمَلِكُ (حقیقی بادشاہ اور فرمانروا)، اَلۡقُدُّوۡس (نہایت مقدس اور پاک)، اَلسَّلَام (جس کی ذات صفتِ سلامتی ہے)، اَلۡمُؤۡمِن (امن وامان عطا فرمانے والا)، اَلۡمُهَيۡمِن (پوری نگہبانی فرمانے والا)، اَلۡعَزِيۡز (غلبہ اور عزت جس کی ذاتی

صفت ہے اور جو سب پر غالب ہے)، اَلْجَبَّار (صاحبِ جبروت ہے، ساری مخلوق اس کے زیرِ تصرف ہے)، اَلْمُتَکَبِّر (کبریائی اور بڑائی اس کا حق ہے)، اَلْخَالِق (پیدا فرمانے والا)، اَلْبَارِی (ٹھیک بنانے والا)، اَلْمُصَوِّر (صورت گری کرنے والا)، اَلْغَفَّار (گناہوں کا بہت زیادہ بخشنے والا)، اَلْقَهَّار (سب پر پوری طرح غالب اور قابو یافتہ جس کے سامنے سب عاجز اور مغلوب ہیں)، اَلْوَهَّاب (بغیر کسی عوض اور منفعت کے خوب عطا فرمانے والا)، اَلرَّزَّاق (سب کو روزی دینے والا)، اَلْفَتَّاح (سب کے لئے رحمت اور رزق کے دروازے کھولنے والا)، اَلْعَلِیْم (سب کچھ جاننے والا)، اَلْقَابِض، اَلْبَاسِط (تنگی کرنے والا، فراخی کرنے والا۔ یعنی اس کی شان یہ ہے کہ اپنی حکمت اور مشیت کے مطابق کبھی کسی کے حالات میں تنگی پیدا کرتا ہے اور کبھی فراخی کر دیتا ہے)، اَلْخَافِض، اَلرَّافِع (پست کرنے والا، بلند کرنے والا)، اَلْمُعِزُّ، اَلْمُذِلُّ (عزت دینے والا، ذلت دینے والا۔ یعنی کسی کو نیچا اور کسی کو اونچا کرنا، کسی کو عزت دے کر سرفراز کرنا اور کسی کو قعرِ مذلت میں گرا دینا اس کے قبضہ واختیار میں ہے اور یہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہوتا ہے)، اَلسَّمِیْعُ، اَلْبَصِیْرُ (سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا)، اَلْحَکَمُ، اَلْعَدْلُ (حاکمِ حقیقی، سراپا عدل وانصاف)، اَللَّطِیْفُ (لطافت اور لطف وکرم جس کی ذاتی صفت ہے)، اَلْخَبِیْرُ (ہر بات سے باخبر)، اَلْحَلِیْمُ (نہایت بردبار)، اَلْعَظِیْمُ (بڑی عظمت والا، سب سے

بزرگ و برتر)، اَلْغَفُوْرُ (بہت بخشنے والا)، اَلشَّکُوْرُ (حسنِ عمل کی قدر کرنے والا اور بہتر سے بہتر جزا دینے والا)، اَلْعَلِیُّ، اَلْکَبِیْرُ (سب سے بالا، سب سے بڑا)، اَلْحَفِیْظُ (سب کا نگہبان)، اَلْمُقِیْتُ (سب کو سامانِ حیات فراہم کرنے والا)، اَلْحَسِیْبُ (سب کے لئے کفایت کرنے والا)، اَلْجَلِیْلُ (عظیم القدر)، اَلْکَرِیْمُ (صاحبِ کرم)، اَلرَّقِیْبُ (نگہدار اور محافظ)، اَلْمُجِیْبُ (قبول فرمانے والا)، اَلْوَاسِعُ (وسعت رکھنے والا)، اَلْحَکِیْمُ (سب کام حکمت سے کرنے والا)، اَلْوَدُوْدُ (اپنے بندوں کو چاہنے والا)، اَلْمَجِیْدُ (بزرگی والا)، اَلْبَاعِثُ (اٹھانے والا، موت کے بعد مردوں کو زندہ کرنے والا)، اَلشَّھِیْدُ (حاضر، جو سب کچھ دیکھتا ہے اور جانتا ہے)، اَلْحَقُّ (جس کی ذات اور جس کا وجود اصلاً حق ہے)، اَلْوَکِیْلُ (کارسازِ حقیقی)، اَلْقَوِیُّ، اَلْمَتِیْنُ (صاحبِ قوت، اور بہت مضبوط)، اَلْوَلِیُّ (سرپرست و مددگار)، اَلْحَمِیْدُ (مستحقِ حمد و ستائش)، اَلْمُحْصِیْ (سب مخلوقات کے بارے میں پوری معلومات رکھنے والا)، اَلْمُبْدِیٔ، اَلْمُعِیْدُ (پہلا وجود بخشنے والا، دوبارہ زندگی دینے والا)، اَلْمُحْیِیْ، اَلْمُمِیْتُ (زندگی بخشنے والا، موت دینے والا)، اَلْحَیُّ (زندہ جاوید، زندگی جس کی ذاتی صفت ہے)، اَلْقَیُّوْمُ (خود قائم رہنے والا اور سب مخلوق کو اپنی مشیت کے مطابق قائم رکھنے والا)، اَلْوَاجِدُ (سب کچھ اپنے پاس رکھنے والا)، اَلْمَاجِدُ (بزرگی اور عظمت والا)، اَلْوَاحِدُ، اَلْاَحَدُ (ایک اپنی ذات میں اور یکتا اپنی صفات میں)،

اَلصَّمَدُ (سب سے بے نیاز اور سب اس کے محتاج)، اَلْقَادِرُ، اَلْمُقْتَدِرُ (قدرت والا، سب پر کامل اقتدار رکھنے والا)، اَلْمُقَدِّمُ، اَلْمُؤَخِّرُ (جسے چاہے آگے کر دینے والا اور جسے چاہے پیچھے کر دینے والا)، اَلْاَوَّلُ، اَلْاٰخِرُ (سب سے پہلے اور سب سے پیچھے۔ یعنی جب کوئی نہ تھا، کچھ نہ تھا جب بھی وہ موجود تھا اور جب کوئی نہ رہے گا، کچھ نہ رہے گا تب بھی وہ اس وقت اور اس کے بعد بھی موجود رہے گا)، اَلظَّاهِرُ، اَلْبَاطِنُ (بالکل آشکار اور بالکل مخفی)، اَلْوَالِيْ (مالک و کارساز)، اَلْمُتَعَالِيْ (بہت بلند و بالا)، اَلْبَرُّ (بڑا محسن)، اَلتَّوَّابُ (توبہ کی توفیق دینے والا اور توبہ قبول کرنے والا)، اَلْمُنْتَقِمُ (مجرمین کو کیفرِ کردار کو پہنچانے والا)، اَلْعَفُوُّ (بہت معافی دینے والا)، الرَّؤُفُ (بہت مہربان)، مَالِكُ الْمُلْكِ (سارے جہاں کا مالک)، ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام (صاحبِ جلال اور بہت کرم فرمانے والا۔ جس کے جلال سے بندہ ہمیشہ خائف رہے اور جس کے کرم سے ہمیشہ امید رکھے)، اَلْمُقْسِطُ (حقدار کا حق ادا کرنے والا عادل و منصف)، اَلْجَامِعُ (ساری مخلوق کو قیامت کے دن یکجا کرنے والا)، اَلْغَنِيُّ، اَلْمُغْنِيْ (خود بے نیاز جس کو کسی سے کوئی حاجت نہیں)، اَلْمَانِعُ (روک دینے والا ہر اس چیز کو جس کو روکنا چاہے)، اَلضَّارُّ، النَّافِعُ (اپنی حکمت اور مشیت کے تحت ضرر پہنچانے والا اور نفع پہنچانے والا)، اَلنُّوْرُ (سراپا نور)، اَلْهَادِيْ (ہدایت دینے والا)، اَلْبَدِيْعُ (بغیر مثالِ سابق کے مخلوق کو پیدا فرمانے والا)، اَلْبَاقِيْ (ہمیشہ رہنے والا جس کو

کبھی فنا نہیں)، اَلْوَارِثُ (سب کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا)، اَلرَّشِيْدُ (صاحبِ رشد وحکمت جس کا ہر فعل اور فیصلہ درست ہے)، اَلصَّبُوْرُ (بڑا صابر کہ بندوں کی بڑی سے بڑی نافرمانیاں دیکھتا ہے اور فوراً عذاب بھیج کر ان کو تہس نہس نہیں کر دیتا)۔

اسمائے الٰہی میں کج روی کی ممانعت اور اس کی مختلف صورتیں:

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ نام استعمال کیا جائے جو قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں۔ علمائے حق کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات میں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہے نام رکھ دے یا جس صفت کے ساتھ چاہے اس کی حمد وثنا کرے بلکہ صرف وہی الفاظ ہونا ضروری ہیں جو قرآن وسنت میں اللہ تعالیٰ کے لئے بطور نام یا صفت کے ذکر کئے گئے ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کو کریم کہہ سکتے، سخی نہیں کہہ سکتے، شافی کہہ سکتے ہیں طبیب نہیں کہہ سکتے۔

دوسری صورت اِلحاد فی الاسماء کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو نام قرآن سنت سے ثابت ہیں ان میں سے کسی نام کو نامناسب سمجھ کر چھوڑ دے، اس کا بے ادبی ہونا ظاہر ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں کو کسی دوسرے شخص کے لئے استعمال کرے، مثلاً رحمن، رزاق، غفار، قدوس وغیرہ۔ پھر ان مخصوص ناموں کو غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا اگر کسی غلط عقیدہ کی بناء پر ہے کہ اس کو ہی رحمن

یا رزاق سمجھ کر ان الفاظ سے خطاب کر رہا ہے تب تو ایسا کہنا کفر ہے اور اگر عقیدہ غلط نہیں محض بے فکری یا بے سمجھی سے کسی شخص کو رحمن یا رازق کہہ دیا تو یہ اگرچہ کفر نہیں مگر مشرکانہ الفاظ ہونے کی وجہ سے گناہِ شدید ہے۔ان اسماء کے ساتھ ''عبد'' لگا کر عبدالرحمن، عبدالرزاق، عبدالغفار اور عبدالقدوس وغیرہ کہنا چاہیئے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی بزرگ کو مشکل کشا، داتا گنج، بندہ نواز، غریب نواز وغیرہ ناموں سے موسوم کرنا اللہ کی صفات میں شریک کرنا ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔

اسمِ اعظم:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بعض وہ ہیں جن کو اس لحاظ سے خاص عظمت وامتیاز حاصل ہے کہ جب ان کے ذریعہ دعا کی جائے تو قبولیت کی زیادہ امید کی جاسکتی ہے۔

ان اسماء کو حدیث میں ''اِسْمِ اَعْظَمْ'' کہا گیا ہے، لیکن صفائی اور صراحت کے ساتھ ان کو متعین نہیں کیا گیا ہے بلکہ کسی درجہ میں ان کو مبہم رکھا گیا ہے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ لیلۃ القدر کو اور جمعہ کے دن قبولیتِ دعا کے خاص وقت کو مبہم رکھا گیا ہے۔احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایک ہی اسمِ پاک ''اسمِ اعظم'' نہیں ہے جیسا کہ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ متعدد اسمائے حسنیٰ کو ''اسمِ اعظم'' کہا گیا ہے۔نیز انہی احادیث سے یہ بات بھی صاف ہوجاتی ہے کہ

عوام میں اسمِ اعظم کا جو تصور ہے اور اس کے بارے میں جو باتیں مشہور ہیں وہ بالکل بے اصل ہیں، اصل حقیقت وہی ہے جو اوپر عرض کی گئی ہے۔

(۱) عَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ فَقَالَ دَعَا اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِيْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَاِذَا دُعِيَ بِهٖ اَجَابَ (ترمذی، ابوداود)

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک آدمی کو اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا، وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کررہا تھا ''اے اللہ! میں اپنی حاجت تجھ سے مانگتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ بس تو اللہ ہے، تیرے سوا کوئی مالک ومعبود نہیں، ایک اور یکتا ہے، بالکل بے نیاز ہے، اور سب تیرے محتاج ہیں، نہ کوئی تیری اولاد، نہ تو کسی کی اولاد اور نہ تیرا کوئی ہمسر''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (جب اس بندہ کو یہ دعا کرتے سنا تو) فرمایا کہ اس بندہ نے اللہ سے اس کے اسمِ اعظم کے وسیلہ سے دعا کی ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے اس سے مانگا جائے تو وہ دیتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔

(۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُلٌ يُصَلِّيْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا

قَيُّوْمُ اَسْئَلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ دَعَا اللهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِيْ اِذَا دُعِيَ بِهٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى (ترمذی، ابوداود، نسائی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک بندہ وہاں نماز پڑھ رہا تھا، اس نے اپنی دعا میں عرض کیا: ''اے اللہ! میں تجھ سے اپنی حاجت مانگتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ ساری حمد وستائش تیرے ہی لئے سزاوار ہے، کوئی معبود نہیں تیرے سوا، تو نہایت مہربان اور بڑا محسن ہے، زمین وآسمان کا پیدا فرمانے والا ہے، میں تجھ ہی سے مانگتا ہوں اے ذوالجلال والاکرام! اے حی وقیوم!'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس بندہ نے اللہ کے اس اسمِ اعظم کے وسیلہ سے دعا کی ہے کہ اس کے وسیلہ سے جب خدا سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے مانگا جائے تو عطا فرماتا ہے۔

(۳) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اِسْمُ اللهِ الْاَعْظَمُ فِيْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَفَاتِحَةِ اٰلِ عِمْرَانَ الٓمّٓ اللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

(ترمذی، ابوداود، ابنِ ماجہ، دارمی)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اسم اللہ الاعظم'' ان دو (۲) آیتوں میں موجود ہے۔ ایک ''وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

وَاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ''(ترجمہ: اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے، کوئی معبود نہیں اس کے سوا، بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا) اور دوسری آل عمران کی ابتدائی آیت ''الٓمّٓ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ''(ترجمہ: الم۔ اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، سب کا تھامنے والا)۔

(۴) عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ اِذَا دَعَا رَبَّهٗ وَهُوَ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اسْتَجَابَ لَهٗ (احمد، ترمذی)

ترجمہ: حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ذوالنونؑ نے جب اپنے پروردگار کو مچھلی کے پیٹ میں پکارا تھا تو یوں پکارا تھا ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ''(ترجمہ: سوائے تیرے کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے، بیشک میں ظلم کرنے والوں میں سے تھا)۔ کوئی مسلمان کسی حاجت میں خدائے تعالیٰ کو ان کلمات سے یاد نہیں کرتا مگر وہ ضرور اس کو سنتا ہے۔

اسمِ اعظم والی احادیث کے معنوں پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ سب توحیدِ الٰہی کے اثبات اور شرک کی تردید پر مشتمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توحید کے صحیح عقیدہ پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۴) قرآنِ کریم کی فضائل والی سورتیں اور آیات

تمام قرآن مجید تو اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے لیکن اس کی بعض سورتیں اور آیات بعض سے افضل ہیں۔ مثلاً آیت الکرسی قرآن کی سب سے افضل آیت ہے۔ اسی طرح سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص وغیرہ کے بے شمار فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ اگر ہم ان کے مضامین کی طرف غور سے ایک نظر ڈالیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات اور شرک کا ردّ ہے۔

آیت الکرسی:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○ (البقرہ-۲۵۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ زندہ ہے ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اس پر نہ اونگھ طاری ہوتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں

ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کی ملک ہے ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں کسی کی سفارش کر سکے۔ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے بعد ہونے والا ہے وہ سب کو جانتا ہے اور وہ سب اس کی معلومات میں سے کسی شئے کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر ہاں جس قدر وہ خود چاہے اس کا تخت حکومت سب آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ پر آسمان وزمین کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی اور وہی سب سے برتر اور بزرگ تر ہے۔

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیُّ آیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَعَکَ اَعْظَمُ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیُّ آیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَعَکَ اَعْظَمُ قُلْتُ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ لِیَھْنِکَ الْعِلْمُ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ مجھ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ابوالمنذر! (یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی کونسی آیت سب سے عظیم ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں (کہ وہ کونسی آیت ہے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (پھر) پوچھا کہ ابوالمنذر! تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی کونسی آیت سب سے عظیم ہے؟ میں نے کہا ''اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ''(یعنی پوری آیت الکرسی) حضرت ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ (یہ سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا کہ ابوالمنذر! خدا کرے کہ تمہارا علم خوشگوار رہو۔

''لِیَهۡنِكَ الۡعِلۡمُ '' ابوالمنذرؓ حضرت ابی بن کعبؓ کی کنیت ہے شان والے صحابہ میں سے سب سے بڑے قاری تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بطور امتحان پوچھا کہ قرآنِ کریم میں سب سے بڑی آیت کونسی ہے؟ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ آیت الکرسی سب سے بڑی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شاگرد کو صحیح جواب دینے پر دو اعزاز دیئے ایک تو بطور اعزاز آپؓ کے سینہ پر اپنا مبارک ہاتھ مارا کہ شاباش شاباش، دوسرا ایک اعزازی نمبر عطا کیا کہ تجھے تیرا علم مبارک ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو سیدۂ آیات القرآن ہے، وہ جس گھر میں پڑھی جائے شیطان اس سے نکل جاتا ہے۔

نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر نمازِ فرض کے بعد آیت الکرسی پڑھا کرے تو اس کو جنت میں داخل ہونے کے لئے بجز موت کے کوئی چیز مانع نہیں ہے، یعنی موت کے بعد فوراً وہ جنت کے آثار اور راحت و آرام کا مشاہدہ کرنے لگے گا۔

اس آیت میں اللہ جل شانہٗ کی توحید ذات وصفات کا بیان ایک عجیب

وغریب انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت میں دس (۱۰) جملے ہیں، پہلا جملہ ہے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ، اس میں لفظ اَللّٰہُ اسمِ ذات ہے، جس کے معنی ہیں ''وہ ذات جو تمام کمالات کی جامع اور تمام نقائص سے پاک ہے'' لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ میں اسی ذات کا بیان ہے کہ قابلِ عبادت اس ذات کے سوا کوئی چیز نہیں۔

دوسرا جملہ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لفظ حَیُّ کے معنی ہیں زندہ۔ اسمائے حسنی میں یہ لفظ یہ بتاتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے اور موت سے بالاتر ہے۔ لفظ قَیُّوْمُ قیام سے نکلا ہے قیام کے معنی کھڑا ہونا ہے، قائم کھڑا ہونے والے کو کہتے ہیں، قیّوم اور قیّام مبالغہ کے صیغے کہلاتے ہیں۔ ان کے معنی ہیں وہ جو خود قائم رہ کر دوسروں کو قائم رکھتا اور سنبھالتا ہے۔ قیوم حق تعالیٰ کی خاص صفت ہے، جس میں کوئی مخلوق شریک نہیں ہوسکتی، کیونکہ جو چیزیں خود اپنے وجود و بقاء میں کسی دوسرے کی محتاج ہوں وہ کسی دوسری چیز کو کیا سنبھال سکتی ہیں؟ اس لئے کسی انسان کو قیوم کہنا جائز نہیں، جو لوگ عبدالقیوم کے نام کو بگاڑ کر صرف قیوم بولتے ہیں گنہگار ہوتے ہیں۔

اللہ جل شانہٗ کے اسمائے صفات میں حی و قیوم کا مجموعہ بہت سے حضرات کے نزدیک اسمِ اعظم ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں میں نے ایک وقت یہ چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھوں آپ کیا کر رہے ہیں، پہنچا تو دیکھا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں پڑے ہوئے بار بار یا حی یا قیوم کہہ رہے ہیں۔

تیسرا جملہ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ میں لفظ سِنَةٌ سین کے زیر کے ساتھ، اونگھ کو کہتے ہیں، جو نیند کے ابتدائی آثار ہوتے ہیں اور نَوْمٌ مکمل نیند کو، اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ اونگھ اور نیند سے بری و بالا ہے، پچھلے جملہ میں لفظ قیوم نے جب انسان کو یہ بتلایا کہ اللہ جل شانہٗ سارے آسمانوں، زمینوں اور ان میں سمانے والی تمام کائنات کو تھامے اور سنبھالے ہوئے ہے اور ساری کائنات اسی کے سہارے قائم ہے، تو ایک انسان کا خیال اپنی جبلت وفطرت کے مطابق اس طرف جانا ممکن ہے کہ جو ذات پاک اتنا بڑا کام کر رہی ہے اس کو کسی وقت تھکان بھی ہونا چاہیئے، کچھ وقت آرام اور نیند کے لئے بھی ہونا چاہیئے۔ اس دوسرے جملے میں محدود علم وبصیرت اور محدود قدرت رکھنے والے انسان کو اس پر متنبہ کر دیا کہ اللہ جل شانہ کو اپنے اوپر یا دوسری مخلوقات پر قیاس نہ کرے، اپنا جیسا نہ سمجھے، وہ مثل ومثال سے بالاتر ہے۔ اس کی قدرتِ کاملہ کے سامنے یہ سارے کام نہ کچھ مشکل ہیں اور نہ اس کے لئے تھکان کا سبب ہیں۔ اس کی ذاتِ پاک تمام تاثرات، تھکان، تعب، اونگھ اور نیند سے بالاتر ہے۔

چوتھا جملہ ہے لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اس کے شروع میں لفظ لَهٗ کا لام تملیک کے معنی کے لئے آیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ تمام چیزیں جو آسمانوں یا زمین میں ہیں سب اللہ تعالیٰ کی مملوک ہیں۔ وہ مختار ہے جس

طرح چاہے تصرف فرمائے۔

پانچواں جملہ ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یعنی انسان کون ہے؟ جو اس کے آگے کسی کی سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔

اس میں چند مسائل بیان فرمادیئے ہیں:

اول یہ کہ جب اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک ہے کوئی اس سے بڑا اور اس کے اوپر حاکم نہیں تو کوئی اس سے کسی کام کے بارے میں باز پرس کرنے کا بھی حق دار نہیں، وہ جو حکم جاری فرمائیں اس میں کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں، ہاں یہ ہوسکتا تھا کہ کوئی شخص کسی کی سفارش و شفاعت کرے سو اس کو بھی واضح فرمادیا کہ بارگاہِ عزت وجلال میں کسی کو مجالِ دم زدن نہیں، ہاں کچھ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں جن کو خاص طور پر کلام اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی، غرض بلا اجازت کوئی کسی کی سفارش و شفاعت بھی نہ کر سکے گا، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ محشر میں سب سے پہلے میں ساری امتوں کی شفاعت کروں گا، اسی کا نام مقامِ محمود ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔

چھٹا جملہ ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے آگے پیچھے کے تمام حالات وواقعات سے واقف وباخبر ہے۔ آگے اور پیچھے کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے پیدا ہونے سے پہلے اور پیدا ہونے کے بعد کے تمام حالات وواقعات حق تعالیٰ کے علم میں ہیں اور یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ

آگے سے مراد وہ حالات ہیں جو انسان کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور پیچھے سے مراد اس سے مخفی واقعات و حالات ہوں تو معنی یہ ہوں گے کہ انسان کا علم تو بعض چیزوں پر ہے اور بعض پر نہیں، کچھ چیزیں اس کے سامنے کھلی ہوئی ہیں کچھ چھپی ہوئی مگر اللہ جل شانہ کے سامنے یہ سب چیزیں برابر ہیں، اس کا علم ان سب چیزوں کو یکساں محیط ہے اور ان دونوں مفہوموں میں کوئی تعارض نہیں، آیت کی وسعت میں یہ دونوں داخل ہیں۔

ساتواں جملہ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ہے، یعنی انسان اور تمام مخلوقات اللہ کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر اللہ تعالیٰ ہی خود جس کو جتنا چاہے صرف اتنا ہی علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اس میں بتلا دیا گیا کہ تمام کائنات کے ذرہ ذرہ کا علمِ محیط صرف اللہ جل شانہ کی خصوصی صفت ہے، انسان یا کوئی مخلوق اس میں شریک نہیں ہو سکتی۔

آٹھواں جملہ ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یعنی اس کی کرسی اتنی بڑی ہے جس کی وسعت کے اندر ساتوں آسمان اور زمین سمائے ہوئے ہیں۔ اللہ جل شانہ نشست و برخاست اور حیز و مکان سے بالاتر ہیں۔ اس قسم کی آیات کو اپنے معاملات پر قیاس نہ کیا جائے۔ اس کی کیفیت و حقیقت کا ادراک انسانی عقل سے بالاتر ہے البتہ مستند روایاتِ حدیث سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عرش اور کرسی بہت عظیم الشان جسم ہیں جو تمام آسمان اور زمین سے بدرجہا بڑے ہیں۔

ابنِ کثیرؒ نے بروایت حضرت ابوذر غفاریؓ نقل کیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ کرسی کیا اور کیسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی مثال کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک بڑے میدان میں کوئی حلقہ انگشتری جیسا ڈال دیا جائے۔

اور بعض دوسری روایات میں ہے کہ عرش کے سامنے کرسی کی مثال بھی ایسی ہی ہے جیسے ایک بڑے میدان میں انگشتری کا حلقہ۔

نواں جملہ ہے وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا یعنی اللہ تعالیٰ کو ان (دونوں) عظیم مخلوقات آسمان وزمین کی حفاظت کچھ گراں نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اس قادرِ مطلق کی قدرتِ کاملہ کے سامنے یہ سب چیزیں نہایت آسان ہیں۔

دسواں آخری جملہ ہے وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝ یعنی وہ عالیشان اور عظیم الشان ہے۔ پچھلے نو (۹) جملوں میں حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے کمالات بیان ہوئے ہیں۔ ان کو دیکھنے اور سمجھنے کے بعد ہر عقل رکھنے والا انسان یہی کہنے پر مجبور ہے کہ ہر عزت وعظمت اور بلندی وبرتری کی مالک وسزاوار وہی ذاتِ پاک ہے۔ ان دس جملوں میں اللہ جل شانہ کی صفاتِ کامل اور اس کی توحید کا مضمون پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ آ گیا۔ (معارف القرآن۔ جلد اول، ص: ۶۱۳-۶۱۵)

سورۂ اخلاص:

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ ○ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ (الاخلاص)

ترجمہ: اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا یعنی نہ اولاد نہ ماں باپ۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

(۱) عَنۡ اَبِي الدَّرۡدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ اَيَعۡجِزُ اَحَدُكُمۡ اَنۡ يَقۡرَاَ فِيۡ لَيۡلَةٍ ثُلُثَ الۡقُرۡاٰنِ قَالُوۡا وَ كَيۡفَ يَقۡرَاُ ثُلُثَ الۡقُرۡاٰنِ قَالَ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعۡدِلُ ثُلُثَ الۡقُرۡاٰنِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص ایک رات میں تہائی قرآن پڑھنے سے عاجز ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ تہائی قرآن کیسے پڑھا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے (جس شخص نے رات میں یہ سورت پڑھ لی گویا اس نے تہائی قرآن پڑھ لیا)

(۲) عَنۡ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقۡرَاُ لِاَصۡحَابِهٖ فِيۡ صَلَاتِهِمۡ فَيَخۡتِمُ بِقُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوۡا ذَكَرُوۡا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ سَلُوۡهُ لِاَيِّ شَيۡءٍ يَصۡنَعُ ذٰلِكَ فَسَاَلُوۡهُ فَقَالَ

لِاَنَّہَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَہَا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَخْبِرُوْہُ اَنَّ اللہَ یُحِبُّہٗ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو امیر بنا کر ایک لشکر کے ساتھ بھیجا، وہ شخص نماز میں اپنے رفقاء کی امامت بھی کرتا تھا اور (اس کا معمول تھا کہ اپنی قرأت) قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ پر ختم کرتا تھا، جب وہ (لشکر کے لوگ) واپس آئے تو انہوں نے اس کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس شخص سے دریافت کرو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں یہ اس لئے کرتا ہوں کہ اس سورت میں رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کی صفت (وحدانیت) بیان کی گئی ہے اور میں اسے پسند کرتا ہوں کہ (اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ وحدانیت کے اظہار کے پیشِ نظر) اس سورت کو (ہمیشہ) پڑھتا رہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ اس شخص کو خبر دو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے کیونکہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو دوست رکھتا ہے۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اِنِّیْ اُحِبُّ ھٰذِہِ السُّوْرَةَ قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ قَالَ اِنَّ حُبَّكَ اِیَّاھَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ

(ترمذی، بخاری)

ترجمہ: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس سورت یعنی قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ کو دوست رکھتا ہوں (یعنی اسے اکثر پڑھتا رہتا

ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس سورت سے تمہاری دوستی تمہیں جنت میں داخل کرے گی۔

(۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا زُلْزِلَتْ تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْاٰنِ وَ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْاٰنِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دونوں راوی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا سورۂ اذا زلزلت آدھے قرآن کے برابر ہے، سورۂ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورۂ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

(۵) عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَرَاَ مِائَةَ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ يَا عَبْدِيْ اُدْخُلْ عَلٰى يَمِيْنِكَ الْجَنَّةَ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے اور پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ کر سو (۱۰۰) مرتبہ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ پڑھے تو قیامت کے دن پروردگار اس سے فرمائے گا کہ اے میرے بندہ جنت میں اپنی دائیں طرف داخل ہوجا۔

(۶) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خُبَيْبٍ قَالَ خَرَجْنَا فِيْ لَيْلَةِ مَطَرٍ وَ ظُلْمَةٍ

شَدِيْدَةٍ نَطْلُبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَدْرَكْنَاهُ فَقَالَ قُلْ قُلْتُ مَا اَقُوْلُ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُصْبِحُ وَحِيْنَ تُمْسِيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (ترمذی، ابوداود، نسائی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن خبیبؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سخت اندھیری اور بارش کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ڈھونڈتے ہوئے نکلے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہیں تشریف لے جارہے تھے ہم بھی آپ کو ڈھونڈتے ہوئے نکلے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ جائیں) چنانچہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پالیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (اس وقت) فرمایا کہ پڑھو۔ میں نے عرض کیا کہ کیا پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا صبح اور شام کے وقت تین مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ لیا کرو یہ تمہیں ہر چیز سے کفایت کریں گی (یعنی ہر آفت و بلاء کو دفع کریں گی)۔

(۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَاُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَقَالَ وَجَبَتْ قُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ قَالَ اَلْجَنَّةُ (مالک، ترمذی، نسائی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک شخص کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے سنا تو فرمایا کہ (اس کے لئے) واجب ہوگئی۔ میں نے عرض کیا کہ کیا واجب ہوگئی؟ فرمایا جنت۔

(۸) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ قَرَاَ

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عَشَرَ مَرَّاتٍ بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصۡرٌ فِي الۡجَنَّةِ وَمَنۡ قَرَاَ عِشۡرِيۡنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصۡرَانِ فِي الۡجَنَّةِ وَمَنۡ قَرَاَهَا ثَلَاثِيۡنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا ثَلَاثَةُ قُصُوۡرٍ فِي الۡجَنَّةِ فَقَالَ عُمَرُ بۡنُ الۡخَطَّابِ وَاللّٰهِ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ اِذًا لَنُكۡثِرَنَّ قُصُوۡرَنَا فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُ اَوۡسَعُ مِنۡ ذٰلِكَ

(دارمی)

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیبؒ بطریق ارسال نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ دس (۱۰) بار پڑھے تو اس کی وجہ سے جنت میں اس کے لئے ایک محل بنایا جاتا ہے، جو شخص اس کو بیس (۲۰) مرتبہ پڑھے تو اس کی وجہ سے جنت میں اس کے لئے دو (۲) محل بنائے جاتے ہیں اور جو شخص اس کو تیس (۳۰) مرتبہ پڑھے تو اس کی وجہ سے جنت میں اس کے لئے تین (۳) محل بنائے جاتے ہیں۔ (لسانِ نبوت سے یہ بشارت سن کر) حضرت عمر بن خطابؓ کہنے لگے کہ خدا کی قسم! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پھر تو اب ہم (جنت میں) اپنے لئے بہت زیادہ محل بنالیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بھی بہت زیادہ فراخ ہے (یعنی اس سورۃ کی فضیلت اور اس کا ثواب بہت عظیم اور بہت وسیع ہے لہٰذا اس بشارت پر تعجب نہ کرو بلکہ اس کے حصول کی کوشش کرو اور اس کی طرف راغب ہو)۔

(۹) عَنۡ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيۡلَةٍ جَمَعَ

كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَسَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (ابوداود، ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوامی معمول تھا کہ جب رات کو سونے کے لئے لیٹتے تو ''قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ''، ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' اور ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' یہ تینوں سورتیں پڑھ کے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور جہاں تک آپ کے ہاتھ پہنچ سکتے ان کو جسمِ مبارک پر پھیرتے، پہلے سر اور چہرے پر اور جسم کے سامنے حصہ پر پھیرتے، تین دفعہ یہ عمل کرتے۔

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک سمجھنے والے منکرینِ توحید کی دنیا میں مختلف اقسام ہوئی ہیں۔ سورۂ اخلاص نے ہر طرح کے مشرکانہ خیالات کی نفی کر کے مکمل توحید کا سبق دیا ہے کیونکہ منکرینِ توحید میں ایک گروہ تو خود اللہ کے وجود ہی کا منکر ہے، بعض وجود کے تو قائل ہیں مگر وجوب وجود کے منکر ہیں، بعض دونوں کے قائل ہیں مگر کمالِ صفات کے منکر ہیں، بعض یہ سب کچھ مانتے ہیں مگر پھر عبادت میں غیر اللہ کو شریک ٹھہراتے ہیں، ان سب کے خیالاتِ باطلہ کا رد اَللّٰهُ اَحَدٌ میں ہوگیا۔ بعض لوگ عبادت میں بھی کسی کو شریک نہیں کرتے مگر حاجت روا اور کارساز اللہ کے سوا دوسروں کو بھی سمجھتے ہیں، ان کے خیال کا ابطال لفظ صمد میں ہوگیا،

بعض لوگ اللہ کے لئے اولاد کے قائل ہیں ان کا رد لَمۡ یَلِدۡ میں ہوگیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سورۂ کافرون:

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ ○ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ○ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ○ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ○ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ○ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ○ (الکافرون)

ترجمہ: اے نبی کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافرو! تم جن معبودوں کی پوجا کررہے ہو میں ان کی پرستش نہیں کرتا، اور نہ تم اس کی پرستش کرتے ہو جس کی میں پرستش کررہا ہوں اور آئندہ بھی میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرنے والا نہیں ہوں اور نہ تم ہی میرے معبود کی پوجا کرنے والے ہو۔ تمہارے لئے تمہاری راہ اور میرے لئے میری راہ۔

(۱) عَنۡ فَرۡوَۃَ بۡنِ نَوۡفَلٍ عَنۡ اَبِیۡهِ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ عَلِّمۡنِیۡ شَیۡئًا اَقُوۡلُهٗ اِذَا اَوَیۡتُ اِلٰی فِرَاشِیۡ فَقَالَ اِقۡرَاۡ قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ فَاِنَّهَا بَرَاءَۃٌ مِّنَ الشِّرۡكِ (ترمذی، ابوداود، دارمی)

ترجمہ: حضرت فروہ بن نوفل اپنے والد مکرم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ) یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز (یعنی آیت یا سورت) سکھلا دیجئے جسے میں اپنے بستر پر جا کر (یعنی سونے سے پہلے) پڑھ لیا

کروں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھ لیا کرو کیونکہ یہ سورت شرک سے بیزاری ہے (لہٰذا اسے پڑھ کر سوؤ گے تو گویا شرک سے پاک ہو کر سوؤ گے اور اگر مرو گے تو توحید پر مرو گے)۔

سورۂ حشر کی آخری آیات:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (الحشر۔ ۲۲-۲۴)

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے، وہ بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ بادشاہ ہے، پاک ذات ہے، بے عیب ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے، کمال قوت کا مالک ہے، نہایت زبردست ہے، بڑی عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ وہی اللہ ہے ہر چیز کا خالق ہے، ایجاد واختراع کرنے والا ہے، صورت بنانے والا ہے، سب اچھے اچھے نام اسی کے لئے خاص ہیں، جو مخلوقات آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ کمال قوت اور

کمال حکمت کا مالک ہے۔

(۱) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فَقَرَاَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيْدًا وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ (ترمذی، دارمی)

ترجمہ: حضرت معقل بن یسارؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ یہ کہے ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ '' (میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی جو سننے والا جاننے والا ہے پناہ پکڑتا ہوں مردود شیطان سے) اور پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں (یعنی هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے آخر سورہ تک) پڑھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے متعین کرتا ہے جو اس کے لئے شام تک (خیر وبھلائی کی توفیق کی) دعا مانگتے ہیں اور اس کے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اگر وہ شخص اس دن میں مرجاتا ہے تو شہادت کی موت پاتا ہے اور جو شخص اس کو (یعنی اعوذ باللہ الخ اور ان آیتوں کو) شام کے وقت پڑھے تو صبح تک یہ (مذکورہ بالا) سعادت حاصل ہوتی ہے۔

ہر فرض نماز کے بعد سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸، ۲۶، اور ۲۷ پڑھنے کی فضیلت:

امام بغویؒ نے اپنی سند کے ساتھ اس جگہ ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور آل عمران کی دو (۲) آیتیں ایک آیت شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ آخر تک اور دوسری یہ آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ سے بِغَيْرِ حِسَابٍ تک پڑھا کرے تو میں (۱) اس کا ٹھکانا جنت میں بنا دوں گا اور (۲) اس کو اپنے حظیرۃ القدس میں جگہ دوں گا اور (۳) ہر روز اس کی طرف ستر (۷۰) مرتبہ نظرِ رحمت کروں گا اور (۴) اس کی ستر (۷۰) حاجتیں پوری کروں گا اور (۵) ہر حاسد اور دشمن سے پناہ دوں گا اور ان پر اس کو غالب رکھوں گا۔

سورۂ فاتحہ تو پورے قرآن کا خلاصہ ہے، اس کا مطلب اور تشریح بیان کرنے کے لئے تو ایک نہیں بلکہ کئی مجالس درکار ہیں، فی الحال اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ آگے کبھی بیان کیا جائے گا۔ آیۃ الکرسی سے تعلق سے تفصیل سے بات آگئی ہے، لہٰذا اب سورۂ آل عمران کی آیات کی فضیلت بیان کی جائے گی۔

(۱) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (آل عمران-۱۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ بجز اس کے کوئی معبود نہیں

ہے اس کی شان یہ ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ کارخانۂ عالم کا انتظام کرنے والا ہے اور فرشتوں نے بھی اسی کی شہادت دی اور اہلِ علم نے بھی اسی کا اقرار کیا اس زبردست اور حکمت والے کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں۔

یہ آیتِ شہادت ایک خاص شان رکھتی ہے، امام تفسیر بغویؒ نے نقل کیا ہے کہ یہود کے دو (۲) بڑے عالم ملکِ شام سے مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے، مدینہ کی بستی کو دیکھ کر آپس میں تذکرہ کرنے لگے کہ یہ بستی تو اس طرح کی ہے جس کے لئے توراۃ میں پیشن گوئی آئی ہے کہ اس میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام پذیر ہوں گے، اس کے بعد ان کو اطلاع ملی کہ یہاں کوئی بزرگ ہیں جن کو لوگ نبی کہتے ہیں، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر پڑتے ہی وہ تمام صفات سامنے آگئیں جو توراۃ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بتلائی گئی تھیں۔ حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! پھر عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احمد ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، میں محمد ہوں اور احمد ہوں۔ پھر عرض کیا کہ ہم آپ سے ایک سوال کرتے ہیں اگر آپ اس کا صحیح جواب دیں تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دریافت کرو۔ انہوں نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے بڑی شہادت کونسی ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے یہ آیتِ شہادت نازل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پڑھ کر سنادی، یہ دونوں اسی وقت مسلمان ہوگئے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت پڑھی تو اس کے بعد فرمایا: وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ يَا رَبِّ (یعنی اے پروردگار! میں بھی اس پر شاہد ہوں) اور امام اعمش کی ایک روایت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اس آیت کی تلاوت کے بعد یہ کہے کہ اَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے بندہ نے ایک عہد کیا ہے اور میں عہد پورا کرنے والوں میں سب سے زیادہ ہوں اس لئے میرے بندہ کو جنت میں داخل کردو۔ (ابنِ کثیر)

(۲) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (آل عمران-۲۷،۲۶)

ترجمہ: اے پیغمبر آپ یوں کہا کیجئے اے اللہ اے تمام سلطنت کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے اور تو جس سے چاہے حکومت چھین لے اور تو جس کو چاہے عزت عطا کرے اور تو جس کو چاہے ذلیل کردے، ہر قسم کی بھلائی تیرے ہی اختیار میں ہے، بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کردیتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کردیتا ہے اور تو ہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور تو ہی

بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے بے شمار روزی عطا کرتا ہے۔

ان آیات میں امتِ محمدیہؐ کو ایک دعاء و مناجات کی تلقین اس انداز سے کی گئی ہے کہ اس کے ضمن میں امتِ محمدیہؐ کے کفار پر غلبہ پانے کی طرف اشارہ بھی ہے۔

ان تمام فضیلت والی سورتوں اور آیات کا ترجمہ اور تشریح سننے کے بعد آپ لوگوں پر یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ ان سورتوں اور آیات میں توحید کی تاکید اور شرک کی مذمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے شرک سے بچا کر خالص توحید کے عقیدہ پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۵) حقیقی ایمان ہی نجات کا ضامن ہے (۱)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْآ اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ○ (الانعام۔۸۲)

صَدَقَ اللهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کی تو ایسے ہی لوگ (دوزخ سے) پُرامن ہیں اور یہی لوگ راہ یافتہ ہیں۔

ایمان کی تعریف:

’’تَصْدِیْقُ النَّبِیِّ بِمَا جَآءَ بِهِ النَّبِیُّ بِالْاِعْتِمَادِ عَلَی النَّبِیِّ‘‘

(نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعتماد پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام باتوں کی دل سے تصدیق کرنا ایمان ہے)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کسی ایک بات کا انکار بھی کفر ہے۔ اصل ایمان دل کی تصدیق ہے لیکن دنیا میں شرعی احکام کے نفاذ کے لئے اقرار باللسان اور عمل بالارکان بھی ضروری ہے۔

ایمان کے دائرہ میں داخلہ:

کلمہ لا الہ الا اللہ کے اقرار سے کسی شخص کا دائرۂ ایمان میں داخلہ ہوتا ہے۔ کلمہ کو سمجھ کر پڑھنا اور قبول کرنا ضروری ہے۔ بغیر سوچ سمجھے پڑھنے سے کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ کلمہ میں پہلے لا ہے اس کے بعد الا اللہ ہے۔ لا کے معنی نہیں کے ہیں یعنی پہلے تمام معبودانِ باطل (ہر قسم کے شرک) کی نفی ہے پھر الا اللہ یعنی اللہ ہی واحد معبودِ حقیقی ہے۔

(۱) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَابْنُ اَمَتِهٖ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةَ وَالنَّارَ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حاجت روا مشکل کشا نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور یہ کہ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بندی حضرت مریم کے بیٹے ہیں اور اس کا (معجزاتی) کلمہ ہے جس کو اس نے مریم کی جانب ڈالا تھا اور اللہ کی بھیجی ہوئی روح ہیں اور یہ کہ جنت اور دوزخ حق (واقعی چیزیں) ہیں تو (اس اقرار کے بعد) اللہ تعالیٰ اسے جنت میں

ضرور داخل کرے گا خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَعَلَیْهِ ثَوْبٌ اَبْیَضُ وَھُوَ نَائِمٌ ثُمَّ اَتَیْتُهٗ وَقَدِ اسْتَیْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَاتَ عَلٰی ذٰلِكَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ وَکَانَ اَبُوْ ذَرٍّ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِیْ ذَرٍّ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایک سفید کپڑا اوڑھے ہوئے سو رہے تھے (اس وقت تو میں واپس چلا آیا) پھر دوبارہ آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ نیند سے بیدار ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (مجھ کو دیکھ کر) فرمایا جس شخص نے صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اسی عقیدہ پر اس کا انتقال ہو گیا تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا، میں نے عرض کیا کہ اگرچہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہو اور اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اگرچہ اس نے چوری کی ہو۔ میں نے پھر عرض کیا اگرچہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہو اور اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اگرچہ اس نے چوری کی ہو۔ میں نے پھر عرض کیا اگرچہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہو اور

اگر چہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو (وہ جنت میں داخل ہوگا) اگر چہ ابوذر کو ناگوار گزرے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب بھی ابوذرؓ یہ حدیث بیان کرتے تو (بطور فخر) اس آخری فقرہ کو ''خواہ ابوذر کو کتنا ہی ناگوار گزرے'' ضرور نقل کرتے تھے (کیونکہ یہ محبوب کے محبوب منہ سے نکلے ہوئے الفاظ تھے)۔

(۳) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے (سچے دل سے) اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ (اپنے فضل وکرم سے) اس پر دوزخ کی آگ (ابتداءً یا انتہاءً) حرام کردے گا۔

(۴) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اس اعتقاد پر وفات پائی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (بھی حاجت روا مشکل کشا) معبود نہیں تو وہ شخص جنتی ہوگیا۔

(۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَنَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَیْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَیْنَا وَخَشِیْنَا اَنْ یُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی اَتَیْتُ حَائِطًا لِلْاَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا رَبِیْعٌ یَدْخُلُ فِیْ جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ وَالرَّبِیْعُ الْجَدْوَلُ قَالَ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا شَانُكَ قُلْتُ كُنْتَ بَیْنَ اَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَاَبْطَاْتَ عَلَیْنَا فَخَشِیْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاَتَیْتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا یَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِیْ فَقَالَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ وَاَعْطَانِیْ نَعْلَیْهِ فَقَالَ اِذْهَبْ بِنَعْلَیَّ هَاتَیْنِ فَمَنْ لَقِیْكَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ اَوَّلُ مَنْ لَقِیْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ فَقُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَنِیْ بِهِمَا مَنْ لَقِیْتُ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ فَضَرَبَ عُمَرُ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَخَرَرْتُ لِاِسْتِیْ فَقَالَ اِرْجِعْ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ فَرَجَعْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ وَرَكِبَنِیْ عُمَرُ وَاِذَا هُوَ

عَلٰی اَثَرِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا لَكَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ قُلْتُ لَقِیْتُ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهُ بِالَّذِیْ بَعَثْتَنِیْ بِهٖ فَضَرَبَ بَیْنَ ثَدْیَیَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاِسْتِیْ فَقَالَ اِرْجِعْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلٰی مَا فَعَلْتَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَبَعَثْتَ اَبَا هُرَیْرَةَ بِنَعْلَیْكَ مَنْ لَقِیَ یَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرَهٗ بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَاِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ یَّتَّكِلَ النَّاسُ عَلَیْهَا فَخَلِّهِمْ یَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَخَلِّهِمْ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم چند صحابہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گرد بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ ابوبکرؓ وعمرؓ بھی تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اچانک ہمارے درمیان سے اٹھے اور کہیں باہر تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گئے ہوئے بہت دیر ہوگئی تو ہمیں سخت تشویش ہوئی کہ کہیں ہماری غیر موجودگی میں کسی دشمن کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کوئی ایذا نہ پہنچ جائے، ہم گھبرائے اور اٹھ کھڑے ہوئے چونکہ سب سے پہلا شخص میں تھا جو گھبرا اٹھا اس لئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلاش میں باہر نکلا اور ڈھونڈتا ہوا قبیلہ بنی نجار کے ایک انصاری کے باغ کے قریب پہنچ گیا (اس خیال سے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس باغ کے اندر ہوں) میں نے اندر جانے کے لئے چاروں طرف دروازہ تلاش کیا مگر دروازہ نظر نہیں آیا۔ اچانک ایک نالی نظر آئی جو باہر کے کنویں سے باغ کے اندر

جارہی تھی لہٰذا میں سمٹ سکڑ کر اس نالی میں داخل ہوا اور اس کے ذریعہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں پہنچ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ابوہریرہ تم؟ میں نے کہا جی ہاں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے پھر آپ اٹھے اور چل دیئے۔ جب بہت دیر ہوگئی اور واپس نہیں ہوئے تو ہم گھبرا گئے کہ کہیں ہماری غیرموجودگی میں آپ کسی حادثہ سے دوچار نہ ہوجائیں اور سب سے پہلے گھبراہٹ مجھ پر طاری ہوئی چنانچہ آپ کو ڈھونڈتا ہوا اس باغ تک آنکلا (یہاں دروازہ نظر نہیں آیا) تو لومڑی کی طرح سکڑ کر (نالی کے راستہ سے) اندر گھس آیا باقی ماندہ لوگ بھی میرے پیچھے آرہے ہیں (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی دونوں جوتیاں نکال کر مجھے دے دیں اور فرمایا اے ابوہریرہ! جاؤ اور ان جوتیوں کو ساتھ لے جاؤ (تاکہ لوگ جان لیں کہ تم میرے پاس آئے ہو) اور باغ کے باہر جو شخص صدق دل اور پختہ اعتقاد سے یہ گواہی دیتا ہوا تمہیں ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس پیغام کو لے کر میں باہر نکلا تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ سے میری ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا ابوہریرہ! یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ جوتیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے یہ جوتیاں (نشانی کے طور پر) دے کر اس لئے بھیجا ہے کہ جو شخص صدق دل اور پختہ اعتقاد کے ساتھ یہ گواہی دیتا

ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس کو جنت کی بشارت دے دو، یہ سنتے ہی عمرؓ نے میرے سینے پر اتنے زور سے ہاتھ مارا کہ میں سرین کے بل نیچے گر پڑا اور پھر انہوں نے کہا ابو ہریرہ! جاؤ واپس چلے جاؤ چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں واپس لوٹ آیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ادھر عمرؓ کا خوف مجھ پر سوار ہی تھا کہ اب کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بھی میرے پیچھے پیچھے آ پہنچے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ حالت دیکھ کر پوچھا ابو ہریرہ کیا ہو گیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کا پیغام لے کر باہر نکلا تو سب سے پہلے میری ملاقات عمرؓ سے ہوئی، میں نے آپ کا پیغام ان تک پہنچایا، انہوں نے اس کو سنتے ہی میرے سینے پر اتنی زور سے ہاتھ مارا کہ میں سرین کے بل زمین پر آ پڑا اور پھر انہوں نے کہا کہ واپس چلے جاؤ۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (حضرت عمرؓ سے پوچھا) عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان، کیا واقعی آپ نے ابو ہریرہ کو اپنی جوتیاں دے کر اس لئے بھیجا تھا کہ جو شخص صدق دل اور پختہ اعتقاد کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہوا ملے اس کو یہ جنت کی بشارت دے دیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایسا نہ کیجئے مجھے ڈر ہے کہ لوگ کہیں اسی بشارت پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں (اور عمل کرنا چھوڑ دیں) اس لئے آپ ان کو زیادہ سے زیادہ عمل میں لگا رہنے دیجئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اگر تمہارا یہی مشورہ ہے تو پھر لوگوں کو عمل میں لگا رہنے دو۔

(۶) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَفَاتِیْحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ (احمد)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ سچے دل سے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جنت کی کونجیاں (حاصل کرنا) ہے۔

(۷) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ اِنَّ رِجَالًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ حِیْنَ تُوُفِّیَ حَزِنُوْا عَلَیْهِ حَتّٰی کَادَ بَعْضُهُمْ یُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَانُ وَ کُنْتُ مِنْهُمْ فَبَیْنَا اَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَیَّ عُمَرُ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَشْعُرْ بِهٖ فَاشْتَکٰی عُمَرُ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ثُمَّ اَقْبَلَا حَتّٰی سَلَّمَا عَلَیَّ جَمِیْعًا فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ مَا حَمَلَكَ عَلٰی اَنْ لَا تَرُدَّ عَلٰی اَخِیْكَ عُمَرَ سَلَامَهٗ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ بَلٰی وَاللهِ لَقَدْ فَعَلْتَ قَالَ قُلْتُ وَاللهِ مَا شَعَرْتُ اَنَّكَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ صَدَقَ عُثْمَانُ قَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذٰلِكَ اَمْرٌ فَقُلْتُ اَجَلْ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ تَوَفَّی اللهُ تَعَالٰی نَبِیَّهٗ ﷺ قَبْلَ اَنْ نَسْاَلَهٗ عَنْ نَجَاةِ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ قَدْ سَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقُمْتُ اِلَیْهِ وَقُلْتُ لَهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَنْتَ اَحَقُّ بِهَا قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللهِ مَا نَجَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْکَلِمَةَ الَّتِیْ عَرَضْتُ عَلٰی عَمِّیْ فَرَدَّهَا فَهِیَ لَهٗ نَجَاةٌ (احمد)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت پر رنج وحزن کا اتنا غلبہ تھا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے بارے میں تو یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں شک وشبہ میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں میں ایک میں بھی تھا چنانچہ میں (غم کی حالت میں) بیٹھا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے اور مجھے سلام کیا (غم کی وجہ سے) مجھے پتہ نہیں چلا (کہ وہ کب میرے پاس سے گزرے اور کب سلام کیا)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی شکایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور دونوں حضرات نے مجھے سلام کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ میں نے کہا نہیں نہیں ایسا نہیں ہوا (یعنی مجھے اس کا علم نہیں کہ عمر نے آ کے مجھے سلام کیا ہو اور میں نے جواب نہ دیا ہو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہوا ہے (کہ تم نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا بخدا مجھے قطعاً اس کا احساس نہیں کہ آپ میرے پاس آئے تھے اور نہ ہی آپ نے سلام کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں (لیکن معلوم ہوتا ہے کہ) کسی خاص وجہ نے تمہیں اس سے باز رکھا (کہ نہ تو عمر رضی اللہ عنہ کے آنے کی تمہیں خبر ہوئی اور نہ تم ان کے سلام کا جواب دے سکے) میں نے کہا ہاں! ہو سکتا ہے انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا (سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہی کیا کم

صبر آزما تھی کہ اب یہ غم کھائے جاتا ہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے لیکن ہم آپ سے یہ دریافت نہ کر سکے کہ اس معاملہ (یعنی عبادت میں وسوسوں کا پیدا ہونا شیطان کا بہکانا یا دوزخ کی آگ) سے نجات کا ذریعہ کیا ہے؟ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ (تم غم نہ کھاؤ) میں اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے ہی پوچھ چکا ہوں۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ میں (بے اختیار) کھڑا ہو گیا اور بولا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں واقعی آپ ہی (آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کمالِ قرب رکھنے اور حصولِ علم کے غلبہ شوق کی وجہ سے) اس بارے میں سوال کرنے کے لئے لائق تر تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ! اس معاملہ میں نجات کی کیا صورت ہوگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس شخص نے (خلوص دل کے ساتھ) ہم سے وہ کلمہ توحید قبول کر لیا جسے میں نے چچا ابوطالب کے سامنے پیش کیا تھا اور انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا تھا تو وہ کلمہ اس شخص کی نجات کا ضامن ہوگا۔

(۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِيْ عَلٰى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا اَظَلَمَكَ كَتَبَتِيَ الْحَافِظُوْنَ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ قَالَ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً

وَاِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِيْ كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو تمام مخلوقات کے سامنے طلب کرے گا اور اس کے سامنے ننانوے رجسٹر کھول کر ڈال دے گا جن میں ہر رجسٹر حدنظر تک پھیلا ہوا نظر آئے گا پھر اس شخص سے فرمائے گا کہ ان رجسٹروں میں جو کچھ لکھا ہوا ہے کیا تو اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے اور کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میرے لکھنے والوں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے؟ وہ شخص عرض کرے گا کہ میرے پروردگار نہیں۔ پھر پروردگار فرمائے گا کہ کیا تو کوئی عذر رکھتا ہے؟ وہ بندہ عرض کرے گا کہ نہیں، میرے پروردگار! تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہاں ہمارے یہاں تیری ایک نیکی ہے اور یقینا آج کے دن تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوگا، پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' لکھا ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا کہ جا، اپنے اعمال کے پاس پہنچ جا، وہ بندہ عرض کرے گا کہ میرے پروردگار بھلا اس

ایک چھوٹے سے پرچے کو اتنے بڑے بڑے اور اتنے زیادہ رجسٹروں کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ پروردگار فرمائے گا کہ یقیناً تیرے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر ان رجسٹروں کی پوٹ ترازو کے ایک پلے میں رکھی جائے گی اور اس پرچہ کو دوسرے پلے میں۔ پس وہ رجسٹر ہلکے پڑ جائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہو جائے گا، حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے زیادہ وزن دار کوئی چیز نہیں ہوگی کیونکہ اللہ کا نام سب سے بڑا اور سب سے بھاری ہے۔

ان آیات اور احادیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ حقیقی ایمان ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حقیقی ایمان عطا فرمائے اور اسی پر ہمارا خاتمہ کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۶) حقیقی ایمان ہی نجات کا ضامن ہے (ب)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ○ (البروج-۱۱)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ۔

ترجمہ: البتہ جو لوگ ایمان لائے اور وہ نیک اعمال کے پابند رہے تو ان کے لئے وہ باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ○ (البقرہ-۳۹)

ترجمہ: اور جو انکار کریں گے اور ہمارے احکام کو جھٹلائیں گے تو وہی لوگ اہلِ دوزخ ہوں گے وہ اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

گذشتہ مجلس میں ایمان کی تعریف اور دائرۂ ایمان میں داخلہ کس طرح ہوتا ہے بیان کر کے یہ بات واضح کی گئی تھی کہ حقیقی ایمان ہی نجات کا ضامن ہے۔ کتاب الایمان کی بے شمار احادیث باقی ہیں، آج کی مجلس میں مزید چند احادیث

پیش کی جائیں گی۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حُنَیْنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَعَهٗ یَدَّعِی الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ وَ کَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ تُحَدِّثُ اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَکَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ اَمَّا اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَکَادَ بَعْضُ النَّاسِ یَرْتَابُ فَبَیْنَمَا هُوَ عَلٰی ذٰلِكَ اِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰی بِیَدِهٖ اِلٰی کِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِیْثَكَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ وَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ یَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَاِنَّ اللّٰهَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک تھے۔ وہاں جنگ شروع ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لشکر کے لوگوں میں سے ایک شخص کے بارے میں جو اپنے کو مسلمان کہتا تھا فرمایا یہ شخص دوزخی ہے۔ پھر جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ شخص بڑی بے جگری سے لڑا اور

اس کا جسم زخموں سے چور ہوگیا۔ ایک صاحب نے آ کرعرض کیا یا رسول اللہ! اس شخص کی حقیقت حال مجھے بتایئے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے، وہ تو اللہ کی راہ میں بڑی بے جگری سے لڑا ہے اور بہت زخم اس نے کھائے ہیں جس سے اس کا جنتی ہونا معلوم ہوتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یادرکھو! وہ دوزخیوں میں سے ہے اور پھر قریب تھا کہ بعض لوگ شک وشبہ کے شکار ہوجاتے لیکن یکایک اس شخص نے اپنے زخموں کی تکلیف سے بے چین ہوکر اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اور ایک تیر نکال کر اس کو اپنے سینے میں پیوست کرلیا۔ (یہ دیکھنا تھا کہ) بہت سے مسلمان دوڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اورعرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سچی کردی، اس نے اپنا سینہ چیر کر خودکشی کرلی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ بہت بڑا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ بلال کھڑے ہو! اور لوگوں کو آگاہ کردو کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوگا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی فاسق شخص کے ذریعہ سے بھی تائید کرادیتا ہے۔

''لِرَجُلٍ'' یعنی ایک شخص کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دوزخ میں جائے گا حالانکہ وہ سب سے زیادہ میدانِ جہاد میں کفار کے مقابلہ میں لڑرہا تھا۔ سننے والوں کو تردد ہوا کہ یہ کیسے دوزخ میں جائے گا؟ اس شخص کا نام قزمان تھا، یہ منافق تھا اور صرف قومیت کی بنیاد پر لڑرہا تھا اور اس کے دل میں ایمان نہیں تھا۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ لَا یَلْقَانِیْ بِهِمَا عَبْدٌ غَیْرَ شَاكٍّ فِیْهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ (کنز العمال-۱۱۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کے ساتھ مجھ سے اس طرح ملے کہ اس میں کچھ شک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(۳) عَنْ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا یَقُوْلُهَا عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ اِلَّا كَانَتْ نُوْرًا لِصَحِیْفَتِهٖ وَاِنَّ جَسَدَهٗ وَرُوْحَهٗ لَیَجِدَانِ لَهَا رَوْحًا عِنْدَ الْمَوْتِ (کنز العمال-۱۱۷)

ترجمہ: حضرت طلحہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ (لا الٰہ الا اللہ) جانتا ہوں جو بندہ موت کے وقت اس کو کہہ لیتا ہے وہ کلمہ اس کے اعمال ناموں کے لئے نور بن جاتا ہے اور اس کا جسم اور روح موت کے وقت اس کلمہ کی وجہ سے خوشی اور تر وتازگی پاتے ہیں۔

(۴) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَا مُعَاذُ بْنِ جَبَلٍ مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَی النَّارِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللهِ اَفَلَا اُخْبِرُ النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْا قَالَ اِذًا یَتَّكِلُوْا (کنز العمال-۱۲۵)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ بن جبل! ایسا کوئی بندہ نہیں جو دل کے اخلاص کے ساتھ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتا ہو مگر اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام فرما دے گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اطلاع نہ دے دوں؟ ان کو خوشخبری مل جائے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں، تب تو وہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔

(۵) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِہٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيْرَةٍ ثُمَّ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِہٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةٍ ثُمَّ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِہٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةٍ (کنز العمال۔۱۲۶)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہو اور اس کے دل میں جو کے وزن کے برابر بھی خیر (ایمان) ہو اور پھر ہر اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہو اور اس کے دل میں گندم کے وزن کے برابر بھی خیر (ایمان) ہو اور پھر ہر اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہو اور اس کے دل میں مکئی کے دانے کے وزن کے برابر بھی خیر (ایمان) ہو۔

(۶) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰى اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ

اِلَّا اَنَا مَنْ اَقَرَّ لِیْ بِالتَّوْحِیْدِ دَخَلَ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اُمِنَ مِنْ عَذَابِیْ (کنزالعمال۔ ۱۲۷)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ جس شخص نے بھی میری توحید کا اقرار کیا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے مامون ہو گیا۔

(۷) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ وَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ بَعَثْتَنِیْ بِھٰذِہِ الْکَلِمَۃِ وَاَمَرْتَنِیْ بِھَا وَوَعَدْتَنِیْ عَلَیْھَا الْجَنَّۃَ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اَلَا اَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ لَکُمْ (کنزالعمال۔ ۱۳۷)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنے ہاتھ بلند کرو اور کہو! لا الٰہ الا اللہ والحمد للہ، اے اللہ آپ نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ بھیجا ہے اور مجھے اس کا حکم دیا ہے اور اس پر میرے ساتھ جنت کا وعدہ کیا ہے اور بے شک آپ وعدہ خلافی نہیں فرماتے اور مجھ سے خوشخبری سن لو کہ تمہاری مغفرت کر دی گئی۔

(۸) عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُھَا عَبْدٌ حَقًّا مِنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَ عَلَی النَّارِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (کنزالعمال۔ ۱۴۹)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جو بندہ اس کو دل کی گہرائی کے ساتھ نہیں کہتا مگر اس پر جہنم کی آگ حرام ہوجاتی ہے، وہ ہے لا الہ الا اللہ۔

(۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَوَّلَ شَيْءٍ خَطَّهُ اللّٰهُ فِي الْكِتَابِ الْاَوَّلِ اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ فَمَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَلَهُ الْجَنَّةَ

(کنزالعمال۔۱۵۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جس کو اللہ عزوجل نے سب سے پہلی کتاب میں تحریر فرمایا وہ یہ ہے! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میری رحمت غضب سے سبقت کرگئی ہے۔ جو گواہی دے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اس کے لئے جنت ہے۔

(۱۰) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم سَاَلَ مُوْسٰى رَبَّهٗ حِيْنَ اَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ اَنْ يُّعَلِّمَهٗ دَعْوَةً يَّدْعُوْ بِهَا فَاَمَرَهٗ بِاَنْ يَّدْعُوَ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ مُوْسٰى كُلُّ عِبَادِكَ يَدْعُوْ بِهَا وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ تَخُصَّنِيْ بِدَعْوَةٍ اُدْعُوْكَ بِهَا فَقَالَ تَعَالٰى يَا مُوْسٰى لَوْ اَنَّ السَّمٰوَاتِ وَسَاكِنِهَا وَالْبِحَارُ وَمَا فِيْهَا وُضِعُوْا فِيْ كِفَّةٍ وَوُضِعَتْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِيْ كِفَّةٍ

لَوُزِنَتْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (کنزالعمال۔۱۶۱)

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب موسیٰؑ کو ان کے پروردگار نے توراۃ عطا کی، موسیٰؑ نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا پروردگار! مجھے کوئی ایسی دعا تلقین کر دیجئے جس سے میں آپ کو پکارا کروں۔ ارشاد ہوا: لا الہ الا اللہ کے ساتھ ہمیں یاد کیا کرو۔ موسیٰؑ نے عرض کیا پروردگار! یہ کلمہ تو ساری ہی مخلوق کہتی ہے میں تو ایسی چیز کا طلب گار ہوں جو میرے لئے خاص ہو، جس سے تجھے یاد کیا کروں۔ ارشاد ہوا: اے موسیٰ! تمام آسمانوں اور ان کے اندر بسنے والی مخلوق اور تمام سمندروں اور ان کے اندر بسنے والی مخلوق کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں صرف اس کلمہ (لا الہ الا اللہ) کو رکھ دیا جائے تو کلمہ والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حقیقی ایمان عطا فرمائے اور اسی پر ہمارا خاتمہ کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۷) عہدِ الست

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ○ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ○ (الاعراف۔ ۱۷۲-۱۷۴)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ: اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ بولے ہاں ہے، ہم اقرار کرتے ہیں، کبھی کہنے لگو قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو نکالا تھا ہمارے باپ داداؤں نے ہم سے پہلے اور ہم ہوئے ان کی اولاد ان کے پیچھے، تو کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا گمراہوں نے اور یوں ہم کھول کر بیان کرتے ہیں باتیں تاکہ وہ پھر آئیں۔

خلاصۂ تفسیر:

اور (ان سے اس وقت کا واقعہ ذکر کیجئے) جب کہ آپ کے رب نے (عالمِ ارواح میں آدمؑ کی پشت سے تو خود ان کی اولاد کو اور) اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور (ان کو سمجھ عطا کر کے) ان سے انہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے (اس عقلِ خداداد سے حقیقتِ امر کو سمجھ کر) جواب دیا کہ کیوں نہیں (واقعی آپ ہمارے رب ہیں، حق تعالیٰ نے وہاں جتنے ملائکہ اور مخلوقات حاضر تھے سب کو گواہ کر کے سب کی طرف سے فرمایا) ہم سب (اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں (اور یہ اقرار اور شہادت سب اس لئے ہوا کہ) تا کہ تم لوگ (یعنی جو تم میں ترکِ توحید اور اختیارِ شرک پر سزا پائیں) قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے محض بے خبر تھے یا یوں کہنے لگو کہ (اصل) شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے (اور عادۃً نسل عقائد و خیالات میں تابع اپنی اصل کے ہوتی ہے اس لئے ہم بے خطا ہیں پس ہمارے فعل پر تو ہم کو سزا ہو نہیں سکتی، اگر ہو گی تو لازم آتا ہے کہ ان بڑوں کی خطا میں ہم ماخوذ ہوں) سو کیا ان غلط راہ (نکالنے) والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں (سو اب اس اقرار و اشہاد کے بعد تم یہ عذر نہیں پیش کر سکتے پھر اس کے بعد ان سب سے وعدہ کیا گیا کہ یہ عہد تم کو دنیا میں پیغمبروں کے ذریعہ سے یاد دلایا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا یہاں بھی اول میں اِذۡ اَخَذَ کے

ترجمہ سے معلوم ہوا کہ آپ کو اس واقعہ کے صاف ذکر کا حکم ہوا) اور (آخر میں بھی اس یاددہانی کو جتلاتے ہیں کہ) ہم اسی طرح (اپنی) آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں (تاکہ ان کو اس عہد کا ہونا معلوم ہوجائے) اور تاکہ (معلوم ہونے کے بعد شرک وغیرہ سے) وہ باز آجائیں۔ (معارف القرآن۔جلد سوم)

حضرت آدمؑ کی تمام اولاد کو ان کے باپوں کی پیٹھ سے نکال کر میدانِ عرفات کی وادئ نعمان میں جمع کیا۔سب چیونٹیوں کی شکل میں تھے، سب کو بولنے کی صلاحیت، عقل وشعور بھی دیا اور پھر پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں! کیوں نہیں، تو ہی ہمارا رب ہے۔پھر عہد ومیثاق لیا اور اپنے رب ہونے پر خود انہیں گواہ بنایا اور ساتوں آسمانوں ساتوں زمینوں اور حضرت آدمؑ کو گواہ بنایا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں علم نہ تھا۔جان لو کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں، نہ میرے سوا کوئی اور مربی ہے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔میں اپنے رسولوں کو بھیجوں گا جو تمہیں یہ وعدہ یاد دلائیں گے۔میں اپنی کتابیں اتاروں گا تاکہ تمہیں یہ عہد ومیثاق یاد دلاتی رہیں گی۔سب نے جواب میں کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہی ہمارا رب ہے، تو ہی ہمارا معبود ہے، تیرے سوا ہمارا کوئی مربی نہیں۔پس سب سے اطاعت کا وعدہ لیا۔

تمام انبیائے کرامؑ کی دعوت:

اللہ تعالیٰ نے عہدِ الست کو یاد دلانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار

انبیائے کرامؑ کومبعوث فرمایا اور ایک سو صحیفے اور چار (۴) کتابیں نازل فرمائیں۔

(۱) لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ (الاعراف۔۵۹)

ترجمہ: بلا شبہ ہم نے نوحؑ کو پیغمبر بنا کر اس کی قوم کی طرف بھیجا سو نوحؑ نے کہا اے میری قوم تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، میں تمہارے لئے ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

حضرت نوحؑ ۹۵۰ سال خدائے واحد کی بندگی کی دعوت دیتے رہے مگر صرف ۷۰-۸۰ لوگ ہی ایمان لائے۔تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک کشتی بنانے اور ایمان والوں کو اس میں سوار کرنے کا حکم دیا اور باقی تمام انسانوں کو سخت طوفان میں غرق کر دیا۔

(۲) وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ (الاعراف۔۶۵)

ترجمہ: اور قومِ عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ ہودؑ نے کہا اے میری قوم تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم ڈرتے نہیں؟

قومِ عاد نے حضرت ہودؑ کی دعوت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ۷ رات اور ۸ دن بادِ صرصر بھیجی جس سے وہ قوم تباہ ہوگئی۔

(۳) وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ

اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (الاعراف-۷۳)

ترجمہ: اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ صالحؑ نے کہا اے میری قوم تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی ہے یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی ہے جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور اس کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے چھونا بھی نہیں ورنہ ایک دردناک عذاب تم کو آلے گا۔

قومِ ثمود نے حضرت صالحؑ سے مطالبہ کیا کہ وہ پہاڑ کی چٹان سے دس ماہ کی گابھن اونٹنی نکالیں۔ ان کی دعا سے اونٹنی برآمد ہوئی لیکن قومِ ثمود نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں تو اللہ نے ان کو زلزلہ بھیج کر ہلاک کر دیا۔

(۴) وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(الاعراف-۸۵)

ترجمہ: اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ شعیبؑ نے کہا اے میری قوم تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی ہے لہٰذا تم پیمانہ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں نقصان نہ پہنچایا کرو اور زمین کی اصلاح ہو جانے کے بعد زمین میں فساد نہ پھیلاؤ یہ باتیں تمہارے لئے بہتر ہیں بشرطیکہ تم کو یقین ہو۔

مدین والوں نے حضرت شعیبؑ کی دعوت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک زلزلہ بھیجا کہ سب اندر چلے گئے گویا کہ بسے ہی نہ تھے۔

(۵) ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (الاعراف۔ ۱۰۳)

ترجمہ: پھر ہم نے ان مذکورہ پیغمبروں کے بعد موسیٰؑ کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے مشیر کار امرا کے پاس بھیجا مگر ان لوگوں نے ان دلائل کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا تو اے پیغمبر ذرا دیکھئے ان فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

موسیٰؑ اور ہارونؑ فرعون کے پاس دعوت لے کر گئے مگر اس نے خود ہی خدائی کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی قوم کو دریائے نیل میں غرق کر دیا۔

(۶) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ

اَحَدًا○ (الکہف۔۱۱۰)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں ہاں یہ ضرور ہے کہ میری طرف یہ وحی بھیجی جاتی ہے کہ تمہارا معبودِ حقیقی صرف ایک ہی معبود ہے تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھتا ہو اس کو چاہیئے کہ وہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(۷) یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ِۨالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○

(الاعراف۔۱۵۸)

ترجمہ: اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں جس کی حکومت سب آسمانوں اور زمین میں قائم ہے اس کے سوا اور کوئی حقیقی معبود نہیں ہے وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبیٔ امی پر بھی ایمان لاؤ جس کی شان یہ ہے کہ وہ خود بھی اللہ پر اور اس کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہے اور تم اسی نبیٔ امی کا اتباع کرو تا کہ تم راہ یافتہ ہو جاؤ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم 13 سال مکہ میں توحید کی دعوت دیتے رہے۔ قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ وہاں جانے کے بعد غزوات کا سلسلہ چلتا رہا۔ 8 سال بعد مکہ فتح

ہوااور اسلام پورے عرب میں غالب آ گیا۔

تمام انبیائے کرامؑ کی دعوتیں شرک سے بچ کر ایک اللہ کی بندگی کرنے کی تھیں۔

قرآن کی دعوت:

تمام آسمانی کتابیں اسی عہد الست کو یاد دلانے کے لئے نازل کی گئیں۔ چونکہ قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب اپنی نازل کردہ صورت میں موجود نہیں ہے لہٰذا قرآنِ مجید سے چند شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔

قرآن کی ایک سو چودہ سورتوں میں چھیاسی سورتیں مکی ہیں اور اٹھائیس مدنی ہیں۔مکی سورتوں میں دین کے تین بنیادی عقائد،توحید، آخرت اور رسالت کا ذکر ہے۔تین عقائد میں اصل عقیدہ اللہ کی توحید کا ہے، اگر یہ عقیدہ درست ہوجائے تو تمام عقائد درست ہوجاتے ہیں۔توحید کو اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ آخرت کی نجات صرف توحید اختیار کرنے پر ہے۔توحید اور آخرت کو پیش کرنے والے انبیائے کرامؑ ہوتے ہیں۔سب سے پہلے ان کی بات پر اعتماد کرنا اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔مکی سورتوں میں توحید کے دلائل دیئے گئے اور شرک کا رد کیا گیا ہے۔ عقیدۂ آخرت کی ضرورت اور اس کے متعلق شبہات کو دور کرکے دلائل سے اس کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔انبیائے کرامؑ کے تعلق سے عوام الناس کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا تھا کہ یہ ہمارے جیسے انسان ہیں یہ کیسے نبی ہوسکتے ہیں؟ یہ بات بار بار بیان کی گئی ہے کہ تمام انبیاءؑ بشر تھے کیونکہ انہیں انسانوں کے لئے نمونہ بننا تھا۔

ان انبیائے کرامؑ کو ایسے معجزات دیئے گئے کہ کوئی بھی ان کا مثل پیش نہیں کر سکتا جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا اور یدِ بیضاء۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآنِ مجید ہے کوئی اس کی مثل ایک سورت بلکہ ایک آیت بھی نہیں بنا سکتا۔ تمام مکی سورتوں میں عقیدۂ توحید اور ردِ شرک روح کی طرح جاری و ساری ہے۔ چند ہی آیات مختلف سورتوں سے پیش کی جائیں گی۔ بعض سورتوں کا مرکزی مضمون (محور) ہی توحید کا اثبات اور شرک کا رد ہے جیسے سورۂ انعام، سورۂ زمر، سورۂ نحل، سورۂ حج، سورۂ اخلاص اور سورۂ کافرون وغیرہ۔ مدنی سورتوں میں بھی مختلف احکام کے پہلو بہ پہلو عقائد کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اعمال کی قبولیت ایمان کے صحیح ہونے پر ہے۔ جس کا ایمان صحیح ہے اسی کی بندگی اللہ قبول کرتے ہیں اور جس کا ایمان صحیح نہیں ہے اس کا کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوتا۔

(۱) اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ○ (الانعام۔۱)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے تاریکیوں کو اور نور کو بنایا پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کر رکھی ہے اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو مساوی درجہ دیتے ہیں (رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں)۔

(۲) قُلۡ اِنَّنِیۡ ھَدٰنِیۡ رَبِّیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ دِیۡنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبۡرٰھِیۡمَ

حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ
وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ
الْمُسْلِمِيْنَ ○ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ
كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ (الانعام-۱۶۱-۱۶۴)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ یقیناً مجھ کوتو میرے رب نے سیدھی راہ بتادی ہے کہ وہ ایک صحیح دین ہے جوملت ہے حضرت ابراہیمؑ کی، وہ ابراہیمؑ جو خدا ہی کے ہورہے تھے اوروہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ہر ایک عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے جو رب ہے تمام جہان کا۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھ کو یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب فرمانبرداروں سے پہلا فرمانبردار ہوں۔آپ ان سے کہہ دیجئے کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی تمام چیزوں کا رب ہے اور کوئی شخص کسی قسم کا گناہ نہیں کماتا مگر یہ کہ اس کا وبال اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف واپس پلٹنا ہے اس وقت وہ تم کو ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ کردے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

(۳) وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيۡنَ ○ وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنۡ يُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ يُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ○ (یونس۔۱۰۵-۱۰۷)

ترجمہ: اور نیز یہ حکم ہوا ہے کہ سب طریقوں سے یکسو ہوکر اپنے آپ کو اس دین یعنی اسلام پر مضبوطی سے قائم رکھو اور تم مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔ اور نیز یہ کہ خدا کو چھوڑ کر کسی ایسی چیز کو نہ پکارنا جو تم کو نہ نفع پہنچا سکتی ہو اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہو پھر اگر آپ نے بالفرض ایسا کیا تو اس وقت آپ بھی بے انصافوں میں سے شمار ہوں گے۔ اور اگر اللہ تجھ کو کوئی ضرر پہنچائے تو اس ضرر کو سوائے اس کے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھ کو کسی نفع سے بہرہ مند کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی واپس کرنے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور وہ بڑی مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

(۴) الٓرٰ كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ خَبِيۡرٍ ○ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِيۡ لَكُمۡ مِّنۡهُ نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌ ○ (ہود۔۱،۲)

ترجمہ: الرٰ، یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں خوب محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں وہ کتاب ایک صاحبِ حکمت باخبر کی جانب سے نازل ہوئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تم لوگ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہ کرو یقین

کرو کہ میں تم کو خدا کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔

(۵) هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (ابراھیم۔۵۲)

ترجمہ: یہ قرآن لوگوں کے لئے احکام کا پہنچانا ہے اور تا کہ اس کے ذریعہ سے لوگ ڈرائے جائیں اور تا کہ وہ اس امر کا یقین کرلیں کہ وہی خدا ایک معبودِ برحق ہے اور تا کہ وہ لوگ نصیحت پکڑیں جو اہلِ عقل ہیں۔

(۶) اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (النحل۔۱)

ترجمہ: خدا کا حکم آ پہنچا سو اس کے لئے جلدی نہ کرو خدا تعالیٰ کی ذات ان لوگوں کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

(۷) لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ○ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ○ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ○ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ○ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ○ (مریم۔۸۹-۹۴)

ترجمہ: بلاشبہ تم نے یہ ایک ایسی سخت نامعقول بات گھڑی ہے قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں۔ اس بنا پر کہ یہ لوگ رحمن کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں۔ حالانکہ

رحمن کی یہ شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے۔ کوئی شخص بھی آسمانوں میں اور زمین میں نہیں ہے مگر یہ کہ وہ رحمن کے حضور میں بطور ایک بندہ کے حاضر ہوگا۔ بیشک خدا نے ان سب لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ان سب کی پوری پوری گنتی گن رکھی ہے۔

(۸) طٰهٰ ○ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ○ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ○ تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى ○ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰى ○ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى ○ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ○ (طٰہٰ۔۸-۱)

ترجمہ: طٰہٰ۔ اے پیغمبر ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لئے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ یہ تو اس شخص کی نصیحت کے لئے نازل کیا ہے جو ڈرتا ہے۔ یہ قرآن اس خدا کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور اونچے اونچے آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ بے حد مہربان اور عرش پر اپنی شان کے موافق قائم ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے مابین ہے اور جو کچھ زمین کی تہہ میں گیلی مٹی کے نیچے ہے سب اسی کی ملک ہے۔ اور اے مخاطب اگر تو کوئی بات پکار کر کہے تو خدا اس کا محتاج نہیں کیونکہ وہ پوشیدہ بات اور پوشیدہ سے پوشیدہ بات کو بھی جانتا ہے۔ وہ اللہ ایسا ہے جس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں سب اچھے اچھے نام اسی کے لئے خاص ہیں۔

(۹) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ○ (الحج۔ ۷۴،۷۳)

ترجمہ: اے لوگو! ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے تم اس کو کان لگا کر سنو اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم لوگ جن معبودوں کی پرستش کرتے ہو وہ ایک مکھی بھی ہرگز نہیں پیدا کر سکتے اگرچہ وہ سب کے سب مکھی پیدا کرنے کے لئے جمع بھی ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو اس مکھی سے اس کو چھڑا بھی نہیں سکتے، طالب بھی کمزور اور مطلوب بھی کمزور۔ ان مشرکوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جو اس کی کرنے کا حق تھا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب ہے۔

(۱۰) تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ○ نِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ○

(الفرقان۔ ۲،۱)

ترجمہ: بڑی عالیشان و بابرکت ذات ہے اس کی جس نے اپنے خاص بندے پر فیصلہ کرنے والی کتاب یعنی قرآن کو نازل کیا تا کہ وہ تمام اہلِ عالم کے لئے ڈرانے والا ہو۔ وہ ذات وہ ہے کہ آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے اور نہ اس نے

کسی کو اپنی اولاد قرار دیا ہے اور نہ حکومت میں کوئی اس کا شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر ہر چیز کا ایک مناسب وموزوں انداز رکھا۔

(۱۱) اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ○ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ○ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ○ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ○ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ○

(النمل۔۶۰-۶۵)

ترجمہ: بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور کس نے تمہارے لئے آسمان کی جانب سے پانی نازل کیا پھر اس پانی کے ذریعہ سے ہم نے خوش منظر باغ اگائے ورنہ یہ کام تمہارے بس کا نہ تھا کہ تم ان باغوں کے درخت اگا سکو کیا اللہ تعالیٰ کے

ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ کوئی نہیں بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو کج روی اختیار کرتے ہیں۔ بھلا کس نے زمین کو قرارگاہ بنایا اور اس زمین کے درمیان ندیاں بنائیں اور اس زمین کے لئے بھاری بھاری پہاڑ بنائے اور دو (۲) دریاؤں کے مابین روک بنائی کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ان میں سے اکثر تو اس بات کو جانتے بھی نہیں۔ بھلا کون ہے جو بے قرار کی پکار کو پہنچتا ہے اور تکلیف و مصیبت کو دور کر دیتا ہے جب وہ بے قرار اس کو پکارتا ہے اور کون ہے جو تم کو زمین میں تصرف کا حقدار بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم لوگ بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ بھلا کون ہے جو جنگل اور دریا کی تاریکیوں میں تمہاری رہنمائی اور راہبری کرتا ہے اور کون ہے جو اپنی رحمت یعنی بارش سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک سے بلند و بالاتر ہے۔ بھلا کون ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ ان سے کہیئے اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ آپ کہہ دیجئے جس قدر مخلوقات آسمانوں میں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی سوائے خدا تعالیٰ کے غیب کی بات نہیں جانتا اور ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔

(۱۲) وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ○ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ○ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ○ اِنَّ

اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ○ (الصافات۔ ۴-۱)

ترجمہ: قسم ہے ان صف باندھنے والوں کی جو صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر ان ڈانٹنے والوں کی قسم جو جھڑک کر ڈانٹتے ہیں۔ پھر ان کی قسم جو ذکرِ الٰہی کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ بیشک تم سب کا معبودِ برحق ایک ہی ہے۔

(۱۳) صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ○ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ○ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ○ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ○ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ○ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ○ (ص۔ ٦-۱)

ترجمہ: ص، قسم ہے اس قرآن کی جو نصیحت سے لبریز ہے۔ وہ بات جو کافر پیغمبر کی نسبت کہہ رہے ہیں صحیح نہیں ہے بلکہ یہ کفار اپنے گھمنڈ اور مخالفت میں مبتلا ہیں۔ ہم ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں پھر وہ بہت کچھ چیختے پکارتے رہے لیکن وہ خلاصی کا وقت نہیں تھا۔ اور کافروں نے اس بات پر تعجب کیا کہ انہی میں سے ان کے پاس ایک ڈرانے والا آیا اس پر یہ کافر کہنے لگے یہ شخص تو ایک جادوگر ہے جھوٹا۔ کیا اس نے اپنے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود کردیا واقعی یہ معبودوں کی کاٹ چھانٹ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔ اور رؤساء قریش یہ کہتے ہوئے مجلس

سے چل کھڑے ہوئے کہ چلو جی چلو اپنے اپنے معبودوں پر قائم رہو یقینا یہ بات جو یہ شخص کہہ رہا ہے اس میں ضرور اس کی کوئی غرض ہے۔

(۱۴) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ○ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ (الزمر۔ ۴-۱)

ترجمہ: اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو کمالِ قوت کمالِ حکمت کا مالک ہے۔ اے پیغمبر اس کتاب کو جو کہ حقائق واقعیہ پر مشتمل ہے آپ کی جانب ہم نے نازل کیا ہے سو آپ خالص اللہ کی اطاعت کے اعتقاد سے اس کی عبادت کرتے رہیئے آگاہ رہو کہ عبادت جو خالص ہو وہ اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور دوسرے شرکاء تجویز کر رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کا خاص مقرب بنا دیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مابین ان باتوں کا جن میں یہ اختلاف کر رہے ہیں یقیناً فیصلہ فرما دے گا بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی رہنمائی نہیں فرماتا جو جھوٹا اور سخت ناسپاس ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو وہ ضرور اپنی مخلوق میں سے جس کو

چاہتا منتخب کر لیتا لیکن وہ تو ہر عیب سے پاک ہے وہ ایسا اللہ ہے جو یکتا اور سب پر غالب ہے۔

(۱۵) بَلِ اللّٰہَ فَاعۡبُدۡ وَ كُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِيۡنَ○ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ وَالۡاَرۡضُ جَمِيۡعًا قَبۡضَتُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطۡوِيّٰتٌۢ بِيَمِيۡنِهٖ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ○ (الزمر۔۶۷،۶۶)

ترجمہ: تم شرک نہ کرنا بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرنا اور اس کے شکر گذار رہنا۔ اور ان منکروں نے اللہ کی وہ قدر نہیں پہچانی جو اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا حالانکہ یہ ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان کاغذ کی طرح اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

شرک سب سے بڑا اور نا قابلِ معافی گناہ ہے:

(۱) عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يُقَالُ لِلرَّجُلِ مِنۡ اَهۡلِ النَّارِ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ اَرَاَيۡتَ لَوۡ كَانَ مَا عَلَى الۡاَرۡضِ مِنۡ شَيۡءٍ اَكُنۡتَ مُفۡتَدِيًا بِهٖ قَالَ فَيَقُوۡلُ نَعَمۡ قَالَ فَيَقُوۡلُ قَدۡ اَرَدۡتُ مِنۡكَ اَهۡوَنَ مِنۡ ذٰلِكَ قَدۡ اَخَذۡتُ عَلَيۡكَ فِيۡ ظَهۡرِ اٰدَمَ اَنۡ لَا تُشۡرِكَ بِيۡ شَيۡئًا فَاَبَيۡتَ اِلَّا اَنۡ تُشۡرِكَ بِيۡ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت

کے دن ایک دوزخی شخص سے کہا جائے گا کہ بتلا اگر (تیرے پاس آج) تمام زمین کا مال ہوتا تو کیا تو وہ سب اس عذاب کے فدیہ میں دے دیتا؟ وہ عرض کرے گا ضرور، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں نے تجھ سے اس سے بھی بہت ہلکا مطالبہ کیا تھا (یعنی) جب تو آدمؑ کی پشت میں تھا تو تجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ میرا کسی کو شریک مت ٹھہرانا مگر تو نہ مانا اور شریک ٹھہرا کر رہا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے عالمِ ارواح میں توحیدِ ربوبیت اور شرک سے بچنے کا اقرار لیا۔ اس عہدِ الست کو یاد دلانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کو مبعوث کیا، ایک سو صحیفے اور چار کتابیں نازل فرمائیں۔ لٰہذا شرک سب سے بڑا اور ناقابلِ معافی گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شرک سے بچ کر خالص توحید پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۸) امراض اور بلاؤں سے حفاظت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ○ (المومن۔۶۰)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا یقین مانو جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔

کرونا وائرس کی وجہ سے تمام ہی انسان پریشان حال ہیں۔جن لوگوں پر وہ حالت گذری ہے وہی اس کی شدت کا احساس کرسکتے ہیں۔احادیث کے ذخیرہ سے چند ایسی دعائیں پیش کی جارہی ہیں کہ اگر ان کو معمول بنالیا جائے تو ان شاء اللہ صرف کرونا وائرس ہی نہیں بلکہ تمام ہی امراض اور بلاؤں سے حفاظت ہوسکتی ہے، شرط یہ ہے کہ دعا پورے یقین اور جزم کے ساتھ مانگی جائے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے، اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر بلند مرتبہ

کوئی چیز نہیں ہے، جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتے ہیں، کوئی چیز اگر تقدیر کو پلٹ سکتی ہے تو وہ دعا ہے، دعا ان بلاؤں کو ٹال دیتی ہے جو نازل ہو چکی ہیں اور ان کو بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئیں اور دعا مومن کا ہتھیار ہے۔

(۱) عَنْ اَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ عَبْدٍ یَقُوْلُ فِیْ صَبَاحِ کُلِّ یَوْمٍ وَمَسَاءِ کُلِّ لَیْلَةٍ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَیَضُرَّهٗ شَیْءٌ فَکَانَ اَبَانٌ قَدْ اَصَابَهٗ طَرَفُ فَالِجٍ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَنْظُرُ اِلَیْهِ فَقَالَ لَهٗ اَبَانٌ مَا تَنْظُرُ اِلَیَّ اَمَا اِنَّ الْحَدِیْثَ کَمَا حَدَّثْتُكَ وَلٰکِنِّیْ لَمْ اَقُلْهُ یَوْمَئِذٍ لِیُمْضِیَ اللّٰهُ عَلَیَّ قَدَرَهٗ

(ترمذی، ابنِ ماجہ، ابوداود)

ترجمہ: حضرت ابان ابن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد مکرم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر دن کی صبح اور ہر رات کی شام کو تین (۳) دفعہ یہ دعا پڑھ لیا کرے اسے کوئی مضرت نہیں پہنچے گی اور وہ کسی حادثہ سے دوچار نہیں ہوگا۔ دعا یہ ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

ترجمہ: اس اللہ کے نام سے جس کے نامِ پاک کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز

بھی ضرر نہیں پہنچا سکتی اور وہ سب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی ان کے صاحبزادے ابان ہیں۔ ان پر فالج کا حملہ ہو گیا تھا جس سے ان کا جسم متاثر تھا۔ ایک دفعہ جب وہ حدیث بیان کر رہے تھے ایک آدمی خاص طرح کی نظر سے ان کی طرف دیکھنے لگا، وہ سمجھ گئے کہ اس کے دل میں یہ اعتراض پیدا ہو رہا ہے کہ جب آپ یہ حدیث اپنے والد ماجد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سن چکے تھے تو پھر آپ پر فالج کا حملہ کیسے ہو گیا، اس حدیث میں تو اس دعا کے صبح وشام پڑھنے والے کے لئے ہر حادثہ سے حفاظت کی ضمانت بتائی گئی ہے۔ ابان نے اس آدمی سے کہا: میاں دیکھتے کیا ہو؟ نہ میں غلط بیان کر رہا ہوں نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے غلط بیان کیا تھا، حدیث بالکل صحیح ہے، اور اس میں جو وعدہ ہے وہ بھی برحق ہے، اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ کسی معاملہ کی وجہ سے مجھے سخت غصہ تھا، اس غصہ کی حالت میں اس دن وقت پر یہ دعا پڑھنا بھول گیا، اسی دن یہ فالج کا حملہ ہوا۔ چونکہ تقدیرِ الٰہی میں فالج ہونا مقرر تھا اس لئے اسی دن بھلا دیا گیا۔ حضرت ابان کا یہ بیان بھی حدیث کے ساتھ سنن ابی داود اور ترمذی میں مروی ہے۔ صبح وشام تین دفعہ اس دعا کا پڑھنا اللہ کے نیک بندوں کے معمولات میں سے ہے اور بلاشبہ اس میں آفاتِ ارضی وسمائی سے حفاظت کی ضمانت ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا لَقِيْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِی الْبَارِحَةَ قَالَ اَمَا لَوْ قُلْتَ

حِیْنَ اَمْسَیْتَ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! میں ایک بچھو کی وجہ سے کس قدر اذیت میں مبتلا ہو گیا ہوں؟ جس نے گذشتہ رات میں مجھے ڈس لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جان لو! اگر تم شام کے وقت یہ کلمات کہہ لیتے تو (بچھو) تمہیں ضرر نہیں پہنچاتا اور وہ کلمات یہ ہیں:

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات سے اس کی مخلوقات کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

(۳) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْ رَجُلٍ رَاٰی مُبْتَلًی فَقَالَ

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابوہریرہؓ دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مبتلائے مصیبت کو دیکھے اور دیکھ کر یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا

(یعنی تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو اس چیز سے بچایا جس میں

تجھے مبتلا کیا اور فضیلت بخشی اپنی بہت سی مخلوقات پر)

اِلَّا لَمْ یُصِبْہُ ذٰلِکَ الْبَلَا کَائِنًا مَا کَانَ (ترمذی،ابنِ ماجہ)

تو وہ اس مصیبت میں مبتلا نہیں ہوگا وہ جو بھی مصیبت ہو۔

(۴) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ: رَبِّیَ اللہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ مَاشَاءَ اللہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاءُ لَمْ یَکُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَشْھَدُ اَنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا اَعُوْذُ بِاللہِ الَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ مِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ لَمْ یُصِبْہُ فِیْ نَفْسِہٖ وَلَا اَھْلِہٖ وَلَا مَالِہٖ شَیْءٌ یَکْرِھُہٗ

(کنزالعمال۔ ۳۵۷۳)

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے صبح کے وقت کہا: ''رَبِّیَ اللہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ مَاشَاءَ اللہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاءُ لَمْ یَکُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَشْھَدُ اَنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا اَعُوْذُ بِاللہِ الَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ مِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ

بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''(میرا رب اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا، وہی عرشِ عظیم کا رب ہے، جو وہ چاہتا ہے ہو جاتا ہے، جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، ہر طرح کی طاقت اور قوت اللہ ہی کے ساتھ ہے جو عالی شان اور عظمت کا مالک ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ نے ہر چیز کو اپنے علم کے احاطہ میں کر رکھا ہے میں اسی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے اپنی اجازت کے بغیر روک رکھا ہے ہر جاندار کے شر سے جس کی پیشانی اے اللہ! تیرے قبضہ میں ہے، بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ہے)۔ پس اس شخص کو اس کی جان میں، اس کے اہل میں اور اس کے مال میں کوئی ناپسندیدہ شئے لاحق نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صدق دلی سے دعائیں مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۹) زوالِ نعمت سے حفاظت

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ○
(النحل۔ ۵۳)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ۔

ترجمہ: اور جو نعمت بھی تم کو میسر ہے تو وہ اللہ ہی کی جانب سے ہے پھر جب تم کو ذرا سی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کے آگے روتے اور گڑگڑاتے ہو۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النحل۔ ۱۸)

ترجمہ: اور اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کو گن بھی نہیں سکتے بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت کرنے والا ہے۔

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً مِنْ اَهْلٍ اَوْ مَالٍ اَوْ وَلَدٍ فَيَقُوْلُ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَيَرٰى فِيْهِ آفَةً دُوْنَ الْمَوْتِ (تفسیر ابنِ کثیر)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اہل وعیال اور مال کی نعمت دے اور وہ کہے "مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا

قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' (جو کچھ اللہ نے چاہا وہ ہوا اور اللہ کے سوا کسی میں کوئی طاقت نہیں ہے) تو اس نعمت پر کوئی آفت نہیں آئے گی سوائے موت کے۔

(۲) عَنْ بَعْضِ بَنَاتِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یُعَلِّمُھَا فَیَقُوْلُ قُوْلِیْ حِیْنَ تُصْبِحِیْنَ

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں تعلیم دی کہ جب صبح ہو تو مذکورہ دعا پڑھو

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ مَا شَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور ساری تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں کوئی طاقت نہیں ہے۔ جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنے علم کے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

فَاِنَّہٗ مَنْ قَالَھَا حِیْنَ یُصْبِحُ حُفِظَ حَتّٰی یُمْسِیَ وَمَنْ قَالَھَا حِیْنَ یُمْسِیْ حُفِظَ حَتّٰی یُصْبِحَ (ابوداود)

لہٰذا جس شخص نے صبح کے وقت یہ کلمات کہے (یعنی صبح کے وقت یہ دعا پڑھی) تو شام تک (بلاؤں اور خطاؤں سے) محفوظ رہتا ہے اور جس شخص نے شام کے وقت یہ

کلمات کہے وہ صبح تک محفوظ رہتا ہے۔

(۳) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ تَقُوْلِیْھِنَّ عِنْدَ الْکَرْبِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا

(کنز العمال۔ ۳۴۴۲۰)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو تو مصیبت کے وقت کہے (اللہ تیری مصیبت دور کردے) ''اللہ اللہ ربی لا اشرك به شیئا'' (یعنی اللہ ہی میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا)۔

سورۂ کہف کے رکوع نمبر ۲، میں دو شخصوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ ایک ایمان والا نادار تھا، دوسرا کافر، مشرک اور مالدار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے انگور کے دو (۲) باغ دیئے تھے جس میں نہریں جاری تھیں، کھیتی بھی ہوتی تھی اور باغوں کو کھجور کے درختوں سے احاطہ کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرا مال بھی تھا اور اس کا مجمع بھی خوب تھا۔ باغ میں داخل ہوئے غریب ایمان دار ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال وعزت میں بڑھا ہوا ہوں، میں نہیں سمجھتا کہ یہ کبھی فنا ہوگا اور قیامت آئے گی۔ اگر قیامت بھی آجائے تو میرا رب مجھے اس سے بھی بہتر چیز دے گا۔ ایمان دار ساتھی نے کہا کیا تو اس خدا کا انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی اور نطفہ سے انسان بنایا میں تو یہی یقین رکھتا ہوں کہ ''اللہ ربی لا اشرك به

احدا ''اللہ ہی میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔تو جب باغ میں داخل ہوا تو کیوں نہ کہا کہ ''ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ'' جو کچھ اللہ نے چاہا وہ ہوا، اللہ کے سوا کسی میں طاقت وقوت نہیں ہے۔تو خود کو مالدار اور مجھے کمتر دیکھ رہا ہے۔اللہ چاہے تو مجھے تیرے باغ سے بہتر باغ عطا فرمائے۔تیرے باغ پر لو کا ایک جھونکا بھیج دے اور صاف چٹیل میدان ہو کر رہ جائے، باغ کی نہروں کا پانی زمین میں چلا جائے اور پھر تو اس کو لا نہ سکے۔چنانچہ مالدار شخص کا باغ لو کا شکار ہو کر خشک ہو گیا اور نہروں کا پانی سوکھ گیا تو وہ افسوس کے ساتھ کہنے لگا کاش! میں رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔اس کا مجمع نہ بدلہ لے سکا اور نہ وہ خود۔یہاں سارا اختیار اکیلے اللہ تعالیٰ کا ہے اور اسی کا دیا ہوا ثواب اور بدلہ بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یقین اور اخلاص کے ساتھ دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۰) دراہم الکیس (تھیلی میں رکھے ہوئے روپئے)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○ (البقرہ-۱۸۶)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الْكَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ
الشّٰهِدِیْنَ وَالشّٰكِرِیْنَ۔

ترجمہ: اور اے پیغمبر جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو پہنچتا ہوں جب وہ مجھ کو پکارتا ہے سوان کو چاہئیے کہ وہ میرے احکام مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ نیک راہ پائیں۔

(۱) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات میں بیدار ہو تو یہ تسبیح پڑھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، وہ اکیلا ہے ،کوئی اس کا شریک نہیں ، اس کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور پاک ہے اللہ، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اور گناہوں سے بچنا اور عبادت کی قوت اللہ ہی کی مدد سے ہے

ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ اَوْ قَالَ ثُمَّ دَعَا اُسْتُجِيْبَ لَهٗ فَاِنْ تَوَضَّاَ وَصَلّٰى قُبِلَتْ صَلَاتُهٗ (بخاری)

اور اس کے بعد یہ کہے ''رب اغفرلی '' (اے میرے رب بخش دے) یا فرمایا کہ پھر دعا کرے، اس کی دعا قبول کی جائے گی ، پھر اگر وضو کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول کی جائے گی ۔

''تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ '' نیند سے اٹھنے اور بیدار ہونے کو تعار کہتے ہیں بعض نے لکھا ہے کہ کروٹ لینے کو تعار کہتے ہیں ''ابنِ ملک نے لکھا ہے کہ نیند سے جب آدمی بیدار ہوتا ہے تو اس کے منہ سے بے اختیار ایک آواز نکلتی ہے اسی کو تعار کہا گیا ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بات کو پسند فرمایا کہ جب آواز نکلتی ہے تو بہتر ہے کہ وہ ذکر اللہ کے ساتھ نکلے اور آدمی مذکورہ دعا پڑھے ۔ یہ دعا خود نیکی اور مطلوب اور مقصود ہے لیکن اگر کسی نے اس دعا کے بعد وضو بنالیا اور نماز پڑھ لی تو

اس کی نماز قبول ہوگی۔

اس حدیث میں بشارت سنائی گئی ہے کہ جو بندہ رات کو آنکھ کھلنے پر اللہ تعالیٰ کی توحید (یکتائی) وتمجید (بزرگی) وتسبیح (پاکی) وتحمید (حمد وثناء) اور اس کی مدد کے بغیر اپنی عاجزی و بےبسی کے اعتراف کے یہ کلمے پڑھے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت وبخشش کی دعا مانگے یا کوئی اور دعا کرے تو وہ ضرور قبول فرمائی جائے گی۔ شارحین نے لکھا ہے کہ یہ کلمات پڑھ کر اس وقت جو دعا کی جائے گی اس کی قبولیت ایسی یقینی ہے جیسے (درہم الکیس) تھیلی میں رکھے ہوئے روپئے آدمی جب چاہے لے سکتا ہے۔ اسی طرح اس وقت وضو کر کے جو نماز پڑھی جائے گی وہ بھی قبول ہوگی۔ بعض اکابر کا یہ ارشاد ہے کہ جس بندے کو یہ حدیث پہنچے وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص الخاص عطیہ سمجھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بشارت پر یقین کرتے ہوئے اس کے مطابق عمل کر کے استغفار ودعا کی قبولیت کی یہ دولت حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے۔ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے عطیات کی ناقدری بڑی محرومی ہے۔ امام بخاریؒ سے صحیح بخاری کو روایت کرنے والے امام ابوعبداللہ فربریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن رات کو سوتے سے میری آنکھ کھلی اور میں نے اللہ کی توفیق سے یہ کلمے اپنی زبان سے ادا کئے، اس کے بعد پھر میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی میرے پاس آیا اور اس نے یہ آیت تلاوت کی:

''وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ'' (اور ان کو

توفیق وہدایت ملی بہت اچھی بات کی، اور وہ لگا دیئے گئے اللہ کے راستے پر)۔

اللہ تعالیٰ ہم کو یقین کرنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتوبِ اول مولانا محمد عبداللہ قاسمیؒ مرحوم

(سابق صدر رابطۂ وفاق المدارس العربیہ مرہٹواڑہ، اورنگ آباد)

بخدمت پیر طریقت وشیخ وقت حضرت ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون عرض یہ ہے کہ آپ کی مرسلہ متعدد کتب کا مطالعہ جاری ہے ان میں علمی مواد بہت ہے۔ یہ شاید آپ کے کثرت مطالعہ کا نتیجہ ہے، ماشاء اللہ آپ جسمانی ڈاکٹر ہونے کے علاوہ روحانی ڈاکٹر بھی ہیں، ایسے لوگ خال خال پیدا ہوتے ہیں، جو لوگ آپ کی بیعت سے اور علمی صحبت سے محروم ہیں ان پر اظہارِ تاسف کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے اس کی اہمیت اور افادیت پر یہ شعر کہا ہے۔ ؎

کب ایسے لوگ ہوتے ہیں پیدا جہاں میں　　　افسوس تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

میں نے آپ کے مرسلہ عنایت کتاب ''توفیقِ ایزدی'' کا بھرپور مطالعہ کیا ہے، کتاب بہت اچھی ہے، میری تمنا ہے کہ اس کتاب کے باب اول کو الگ سے کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو بیک نظر آپ کی زندگی کے احوال سامنے آجائیں گے، بزرگوں کے تاثرات جو حضر وسفر سے متعلق ہیں وہ الگ سے ہوں تو اچھا ہے۔ ؎

نشان نقش پا سے بھی پہنچ جاتے ہیں منزل تک　　　فیضان میر کارواں کچھ اور ہی ہوتا ہے

یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ کی تالیفات سے میں مستفید ہوں اور کچھ اقتباسات بھی آپ کے حوالے سے لکھ کر چھاپ کر مدارسِ دینیہ کے ذمہ داروں کے پاس بھیج رہا ہوں۔ دعا فرمائیے کہ یہ سلسلہ چلتا رہے اور مجھے اس پر استقامت کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق عطا ہوتی رہے۔

دستخط مولانا محمد عبداللہ قاسمی

21-12-2019

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتوبِ دوم مولانا محمد عبداللہ قاسمیؒ مرحوم

(سابق صدر رابطۂ وفاق المدارس العربیہ مرہٹواڑہ، اورنگ آباد)

بخدمت فیض درجت شیخ طریقت رہبر شریعت حضرت ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب قبلہ بیجاپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔عرض خدمت یہ ہے کہ آپ کی عنایت کردہ مرسلہ کتب اصلاحی مقالات، توفیقِ ایزدی، خطباتِ قادریہ، مجالسِ معرفت کے تمام حصوں کا مطالعہ بڑے غور وفکر سے میں نے کیا تو الحمدللہ ماشاءاللہ ان کتب میں علمی مواد بہت ہے۔قرآن وحدیث، فقہ وفتویٰ، اقوال زرین، ناصحانہ اشعار سے ایک سماں بندھ جاتا ہے، کسی بھی موضوع کو پڑھا جائے دل بھرتا نہیں ہے، پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

کچھ علمی موضوعات پڑھنے سے میرے علم ومطالعہ کے اندر ایک تازگی پیدا ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ امتِ مسلمہ کی رہنمائی کے لئے رشد وہدایت اور مختلف تالیفات اور مختلف اوقات وقف کئے ہوئے ہیں، آپ راقم السطور کے لئے ترقی درجات کی دعا کریں۔

ماشاءاللہ آپ کو جو معلومات حاصل ہیں وہ آج کے نئی نسل کے علماء کو حاصل نہیں، ان کا مطالعہ نہیں ہے، آج کل بڑے بڑے موبائیل لئے پھر رہے ہیں، ان کی بے ہودہ اور ناجائز دلچسپیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔اللہ ان سے بچائے، میں نے آپ کی کتابوں سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے، اللہ مزید ترقی دے، مجھ پر فالج کا حملہ سر کے سیدھے حصہ سے پاؤں تک ہوا ہے، اب دھیرے دھیرے اچھا ہو رہا ہوں۔ابھی میں معذور ہوں۔خود سے اٹھ بیٹھ نہیں سکتا، چل نہیں سکتا، الحمدللہ میری بینائی اچھی ہے، دور اور نزدیک کی نگاہ ٹھیک ہے، اب میرے ہاتھ بھی کام کر رہے ہیں، یہ جو کچھ لکھا گیا ہے الحمدللہ میرے اپنے ہاتھ کی حرکت کی نشانی ہے، آپ میرے فالج کے ازالہ کے لئے دعا فرمایئے، آپ کی دعا میں اثر ہے۔امید کہ مجھ کو دعائے خیر سے محروم نہ کریں گے۔

دستخط مولانا محمد عبداللہ قاسمی

1-3-2020

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شجرۂ منظومہ

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کے واسطے　　اور درود و نعت ختم الانبیاء کے واسطے
اور سب اصحاب و آل مجتبیٰ کے واسطے　　رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے
سید محمود قادری طبیب وریٰ کے واسطے　　شاہ قمر الزماں ضیاء الھدیٰ کے واسطے
شاہ وصی اللہ باقی فالفنا کے واسطے　　مولوی اشرف علی شمسُ الھدیٰ کے واسطے
حاجی امداداللہ ذُولعطا کے واسطے　　حضرت نور محمد پُرضیا کے واسطے
حاجی عبدالرحیم اہل غزا کے واسطے　　شیخ عبدالباری شہ بے ریا کے واسطے
شاہ عبدالہادی پیر ہدیٰ کے واسطے　　شاہ عضدالدین عزیز دوسرا کے واسطے
شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے　　شہ محبُ اللہ شیخ باصفا کے واسطے
بوسعید اسعد شہ اہل ورا کے واسطے　　شہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کے واسطے　　عبدقدوس شہ صدق وصفا کے واسطے
اے خدا شیخ محمد رہنما کے واسطے　　شیخ محمد عارف صاحب عطا کے واسطے
احمد عبدالحق شہ ملک بقا کے واسطے　　شہ جلال الدین کبیر اولیا کے واسطے
شیخ شمس الدین ترک باضیا کے واسطے　　شیخ علاء الدین صابر بارضا کے واسطے
شہ فرید الدین شکر گنج بقا کے واسطے　　خواجہ قطب الدین مقتول دلا کے واسطے
شہ معین الدین حبیب کبریا کے واسطے　　خواجہ عثمان باشرم وحیا کے واسطے

شہ شریف زندنی بااتقا کے واسطے
خواجہ مودود چشتی پارسا کے واسطے

شاہ بویوسف شہ شاہ وگدا کے واسطے
بومحمد محترم شاہ ولا کے واسطے

احمد ابدال چشتی باسخا کے واسطے
شیخ ابواسحٰق شامی خوش ادا کے واسطے

خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کے واسطے
بوہبیرہ شاہ بصری پیشوا کے واسطے

شیخ حذیفہ مرعشی شاہ صفا کے واسطے
شیخ ابراہیم ادھم بادشاہ کے واسطے

شہ فضیل ابن عیاض اہل دعا کے واسطے
خواجہ عبدالواحد ابن زید شاہ کے واسطے

شیخ حسن بصری امام اولیا کے واسطے
ہادی عالم علی شیر خدا کے واسطے

سرور عالم محمد مصطفی کے واسطے
یا الٰہی اپنی ذات کبریا کے واسطے

یاحق اپنے عاشقان باوفا کے واسطے
یارب اپنے رحم واحسان وعطا کے واسطے

کر رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے
کون ہے تیرے سوا مجھ بینوا کے واسطے

ہے عبادتوں کا سہارا عابدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست وپا کے واسطے

بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے
اپنے لطف ورحمت بے انتہا کے واسطے

☆☆☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆☆☆

ڈاکٹر سید محمود قادری کی تالیفات

۱) توفیق ایزدی:

خودنوشت سوانح حیات جس میں انہوں نے پہلے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کن علماء سے دینی تعلیم حاصل کی پھر حق کی یافت اور مردانِ حق کی شناخت کے بعد یہاں کے گمراہ عقائد کا کس طرح رد کیا ہے، بڑی دلچسپ اور قابلِ مطالعہ داستاں ہے۔

۲) چالیس اصلاحی مقالات:

گذشتہ دس سالوں کے دوران اہم مضامین پر جو پمفلٹ آپ نے لکھے یہ ان کا مجموعہ ہے۔ اختصار اور جامعیت کے ساتھ موضوع کے متعلق معلومات کو اس طرح ترتیب دیا ہے گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ دین کی حقیقت سے واقف ہونے کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔

۳) مجالس معرفت (جلد اوّل ودوُم وسوُم وچہارم وپنجم):

''خانقاہِ قادریہ'' میں گذشتہ پندرہ سالوں سے ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جو مجالس ہوتی ہیں ان کے بیانات کا مجموعہ ہے۔ دین اور سلوک کے متعلق چشم کشا معلومات سے لبریز ہیں۔

۴) ایمان اور کفر:

بمقام خانقاہِ قادریہ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ میں روزانہ بعد نمازِ عصر جو درسِ قرآن ہوئے ان کا موضوع ایمان اور کفر تھا، یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے۔ ہر مسلمان کو اپنے ایمان کی حقیقت جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

۵) الاربعینات:

گذشتہ چالیس سال سے آپ کا درسِ حدیث روزانہ بعد نمازِ مغرب جامعہ مسجد میں ہو رہا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اخلاصِ نیت کی چالیس احادیث، داخلۂ جنت کی چالیس احادیث اور داخلۂ جہنم کی چالیس احادیث جمع کی ہیں۔

۶) خطباتِ قادریہ (جلداوّل ودوُم وسوُم):

گذشتہ پینتالیس سال سے آپ کے جمعہ کے خطبات مختلف مساجد میں ہورہے ہیں۔ خطبۂ جمعہ سے پہلے آپ کے جو بیانات ہوتے ہیں، نہایت جامع، موثر اور چشم کشا ہوتے ہیں۔ ہر جلد چالیس بیانات کے مجموعہ پر مشتمل ہے۔ ائمۂ مساجد کے لئے جمعہ کے خطبے سے پہلے بیان کرنے کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔

۷) ہدایت اور گمراہی:

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں بعد عصر روزانہ جو مجالس ''خانقاہِ قادریہ'' میں ہوئیں ان کا موضوع ہدایت اور گمراہی تھا، اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتے ہیں اور کس کو گمراہ کرتے ہیں۔

۸) مکتوباتِ اکابر:

ڈاکٹر صاحب کی زمانۂ طالبِ علمی سے اب تک اکابر علماء سے مختلف مسائل میں جو مراسلت رہی ہزاروں خطوط پر مشتمل ہے، ان میں سے وہ خطوط جو سب کے لئے نفع مند ہو سکتے ہیں شائع کئے جارہے ہیں۔

۹) قرآنِ کریم میں جہاد وقتال کی آیات:

شرح مشکوٰۃ ''توضیحات'' (مولفہ حضرت مولانا فضل محمد صاحب دامت برکاتہم) میں ہے کہ قرآنِ کریم میں کسی عمل کے تعلق سے سب سے زیادہ آیات ہیں تو جہاد وقتال کے تعلق سے ہیں۔ ناچیز نے تمام قرآنی آیات کو جمع کرکے مستند ترجمہ اور متفق علیہ تفسیر لکھ دی ہے۔

۱۰) ملفوظاتِ رمضان ۱۴۴۱ھ:

رمضان المبارک میں نمازِ عصر کے بعد خانقاہِ قادریہ میں جو مجالس ہوئیں ان کا موضوع قرآنِ حکیم تھا۔ چالیس ابواب میں فہمِ قرآن کے تعلق سے اہم اصول بیان کئے گئے ہیں۔

مولف کتاب ڈاکٹر سید محمود قادری کا مختصر تعارف

وظیفہ یاب گورنمنٹ میڈکل آفسر وطن: ضلع بیجاپور، ریاست کرناٹک

سلسلۂ نسب ۲۲ پشتوں پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جا کر ملتا ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں عربی زبان سیکھ کر قرآن و حدیث کا ترجمہ کرنے کے قابل ہو گئے تھے اور اسی زمانے میں دارالقرأت والدّینیات الکلیمیہ حیدرآباد سے تجوید کی سند حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانے ہی سے اکابر علماء سے خصوصاً حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے تعلق رہا۔

طب کی (یم۔بی۔بی۔ایس) کی تکمیل کے بعد حفظ قرآن بھی کیا۔ شہر بیجاپور میں گذشتہ ۴۰ سال سے آپ کے خطبات اور قرآن و حدیث کے دروس کا سلسلہ چل رہا ہے۔ حق کی یافت اور مردان حق کی شناخت کے بعد احقاق حق اور ابطال باطل کا بے مثال فریضہ انجام دیا اور تا حال انجام دے رہے ہیں۔

۲۰۰۵ء میں حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم سے خلافت واجازت سے سرفراز ہونے کے بعد ''خانقاہِ قادریہ'' قائم کی، جہاں پابندی سے مجالس کا سلسلہ چل رہا ہے۔ روزانہ ۱۰، ۱۲ گھنٹے دینی کتب کا مطالعہ ہے اور ۱۹۸۹ء سے (جب آپ کا تبادلہ گلبرگہ سے بیجاپور ہوا) ہر تین روز میں ایک ختم قرآن آپ کا معمول ہے۔ روزانہ چار مساجد میں آپ کے درس قرآن اور درس حدیث بھی پابندی سے ہو رہے ہیں۔ یہاں کے ہر خاص و عام کے لئے آپ کا وجود مسعود حجۃ اللّٰہ فی الارض (زمین پر اللہ کی حجت) ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(ماخوذ: از توفیقِ ایزدی)

جاری کردہ:

خانقاہِ قادریہ، گوڈیہال کالونی جامع مسجد وجۓ پور (کرناٹک)